ذٰلِكَ مِنَ الْاٰيَاتِ وَالرِّوَايَاتِ فَالْحَدِيْثُ مُوَافِقٌ لَهَا لَا مُخَالِفٌ، فَيَكُوْنُ مَعْرُوْفًا لَا مُنْكَرًا، وذكر السيوطي في الجامع الصغير برواية ابن مردويه والبيهقي في البعث عَنْ عُمَرَ بِلَفْظِ "سَابِقُنَا سَابِقٌ، وَمُقْتَصِدُنَا نَاجٍ، وَظَالِمُنَا مَغْفُوْرٌ لَهٗ" ورقم له بالحسن، قلت: و يؤيده حديث "سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَهْتِرُوْنَ فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ، يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ أَثْقَالَهُمْ، فَيَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِفَافًا، رواه الترمذي والحاكم عن أبي هريرة والطبراني عن أبي الدرداء، كذا في الجامع ورقم له بالصحة، وفي الاتحاف عن أبي الدرداء مَوْقُوْفًا "اَلَّذِيْنَ لَا تَزَالُ اَلْسِنَتُهُمْ رَطْبَةً مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَهُمْ يَضْحَكُوْنَ" وفي الجامع الصغير برواية الحاكم ورقم له بالصحة "اَلسَّابِقُ وَالْمُقْتَصِدُ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ" وَالظَّالِمُ لِنَفْسِهٖ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا، ثُمَّ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ)

ف: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور اِرشاد فرمایا ہے کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں، یہ کیا بات ہے؟ (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں، لیکن اِکرام و اِعزاز اور اظہارِ شرافت کے واسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ جبرئیل! مجھے اپنی امت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارے میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلۂ بنوسلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک قبر پر ایک پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ "قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ" (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اس قبر سے ایک شخص نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا اور کہہ رہا تھا "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا، وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت، کالا منہ، کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا: ہائے افسوس! ہائے شرمندگی! ہائے مصیبت!! پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت پر اٹھیں گے۔

حدیثِ بالا میں "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" والوں سے بظاہر وہ لوگ مراد ہیں جن کو اس

کلمۂ پاک کے ساتھ خصوصی لگاؤ، خصوصی مناسبت، خصوصی اشتغال ہو۔ اس لئے کہ دودھ والا، جوتوں والا، موتی والا، برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآنِ پاک میں سورۂ فاطر میں اس امت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں: ایک طبقہ "سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ" کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنّت میں داخل ہوں گے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھا کرے اس کو حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کا چہرہ روشن ہوگا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ جنّت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

(۱۴) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَخْلِصُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِىْ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ سِجِلًّا، كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ اَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحٰفِظُوْنَ؟ فَيَقُوْلُ: لَا، يَارَبِّ! فَيَقُوْلُ: اَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُوْلُ: لَا، يَارَبِّ! فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: بَلٰى! اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، فَاِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے، ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اس کے بعد اس سے سوال کیا جائے گا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے؟ (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو)۔ وہ عرض کرے

وَرَسُوْلُـهٗ، فَيَـقُـوْلُ: اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَـقُـوْلُ:يَـارَبِّ! مَـاهٰـذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰـذِهِ السِّـجِلَّا تِ؟فَـقَـالَ: فَـاِنَّكَ لَا تُـظْلَمُ الْيَوْمَ، فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِىْ كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِىْ كَفَّةٍ، فَطَا شَتِ السِّـجِلَّاتُ، وَثَـقُـلَـتِ الْبِطَاقَةُ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللّٰهِ شَىْءٌ. (رواه الترمذى وقال: حسن غريب، و ابن ماجة وابن حبان فى صحيحه والبيهقى، و الحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم، كذا فى الترغيب، قلت: كذا قال الحاكم فى كتاب الايمان، واخرجه ايضا فى كتاب الدعوات، وقال: صحيح الاسناد واقره فى الموضعين الذهبى، وفى المشكوة اخرجه برواية الترمذى وابن ماجة، و زاد السيوطى فى الدر فيمن عزاه اليهم احمد و ابن مردويه واللالكائى والبيهقى فى البعث وفيه اختلاف، وفى بعض الالفاظ كقوله فى اول الحديث "يُصَاحُ بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِىْ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ، وفيه ايضاً فَيَقُوْلُ: اَفَلَكَ عُذْرٌ اَوْحَسَنَةٌ، فَيَهَابُ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ: لَا يَارَبِّ! فَيَقُوْلُ: بَلٰى! اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةٌ" الحديث، وعلم منه ان الاستدراك فى الحديث على محله، ولا حاجة اذاً الى ما أوّله القارى فى المرقاة، وذكر السيوطى ما يؤيد الرواية من الروايات الاخر)

گا: نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا)۔ پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا: کوئی عذر بھی نہیں۔ ارشاد ہوگا: اچھا! تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے، آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے، پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جائے گا۔ جس میں "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" لکھا ہوا ہوگا، ارشاد ہوگا کہ جا، اس کو تُلوا لے۔ وہ عرض کرے گا کہ اتنے دفتروں کے مقابلے میں یہ پُرزہ کیا کام دے گا؟ ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا، پھر ان سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور دوسری جانب وہ پُرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اڑنے لگے گا اس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

ف: یہ اخلاص ہی کی برکت ہے کہ ایک مرتبہ کلمۂ طیّبہ اخلاص کے ساتھ کا پڑھا ہوا ان سب دفتروں پر غالب آ گیا۔ اسی لئے ضروری ہے کہ آدمی کسی مسلمان کو بھی حقیر نہ سمجھے اور اپنے کو اس سے افضل نہ سمجھے، کیا معلوم کہ اس کا کون سا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہو جائے جو اس کی نجات کے لئے کافی ہو جائے اور اپنا حال معلوم نہیں کہ کوئی عمل قابلِ قبول ہوگا یا نہیں۔

حدیث شریف میں ایک قصّہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے: ایک عابد تھا، دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا، وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آ کر کہہ دیا کہ خدا کی قسم! تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ اَرواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا امیدوار تھا معاف فرمادیا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ تو ارشاد فرمائیں "اِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" (النساء:۴۸) (حق تعالیٰ شانہٗ کفر وشرک کی مغفرت نہیں فرماویں گے، اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرمادیں گے) تو کسی کو کیا حق ہے کہ یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی، لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ معاصی پر، گناہوں پر، ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے، ٹوکا نہ جائے۔ قرآن وحدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے، نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے، عذاب میں شریک ہوں گے۔ اس مضمون کو میں اپنے رسالہ "فضائلِ تبلیغ" میں مُفصّل لکھ چکا ہوں، جس کا دل چاہے اس کو دیکھے۔ یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جُہلاء کا ہر شخص کو مُقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے، سمِ قاتل اور نہایت مُہلک ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجّال، مکّار، کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سناویں گے جو تم نے نہ سنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ جِیْءَ بِالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین، اور جو لوگ ان

فِيهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَمَا تَحْتَهُنَّ، فَوُضِعْنَ فِي كَفَّةِ الْمِيزَانِ وَوُضِعَتْ شَهَادَةُ أَن لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فِي الْكَفَّةِ الْأُخْرٰى، لَرَجَحَتْ بِهِنَّ. (اخرجه الطبرانى، كذا فى الدر، وهكذا فى مجمع الزوائد، وَزَادَ فِيْ أَوَّلِهٖ "لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ شَهَادَةَ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا عِنْدَ مَوْتِهٖ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَمَنْ قَالَهَا فِي صِحَّتِهٖ؟ قَالَ تِلْكَ أَوْجَبُ وَأَوْجَبُ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ" اَلْحَدِيْثَ، قال: رواه الطبرانى، ورجاله ثقات الا ان ابن ابى طلحة لم يسمع من ابن عباس)

کے درمیان میں ہیں وہ سب، اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ، اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب، ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائے گا۔

ف: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کے برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں، البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے، جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہو سکتا ہے۔ اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس اِرشادِ نبوی سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے، وہ یہ کہ حضور ﷺ نے یہ اِرشاد فرمایا کہ میت کو "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" تلقین کیا کرو۔ جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر تو اور بھی زیادہ جنّت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون ارشاد فرمایا جو اوپر ذکر کیا گیا۔

(۱٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: جَاءَ النَّحَّامُ ابْنُ زَيْدٍ، وَقَرْدُ بْنُ كَعْبٍ وَبَحْرِيُّ ابْنُ عَمْرٍو، فَقَالُوْا: يَامُحَمَّدُ! مَا تَعْلَمُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِذٰلِكَ بُعِثْتُ، وَاِلٰى ذٰلِكَ اَدْعُوْ،

حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد! تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے)؟ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهِمْ "قُلْ اَىُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً" ط (الأنعام:۱۹) اخرجه ابن اسحاق وابن المنذر وابن ابی حاتم وأبو الشيخ، كذا فى الدر المنثور)

میں مبعوث ہوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں، اسی بارہ میں آیت "قُلْ اَىُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً" نازل ہوئی۔

ف: حضورِ اقدس ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں، یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور ﷺ کے اِرشاد کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ کی اس میں خصوصیت ہے، بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کے ساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاء علیہم السلام نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخرِ رسل ﷺ تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں۔ اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت "قُلْ اَىُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً" (الانعام:۱۹) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم ﷺ کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور اِرشاد فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۱۷) عَنْ لَيْثٍ قَالَ: قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اُمَّةُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) اَثْقَلُ النَّاسِ فِي الْمِيْزَانِ ذَلَّتْ اَلْسِنَتُهُمْ بِكَلِمَةٍ، ثَقُلَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. (اخرج الاصبهانى فى الترغيب، كذا فى الدر)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد (ﷺ) کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اس لئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلی امتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے۔

ف: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے

درمیان کلمۂ طیّبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی امت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخِ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم وبیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمۂ طیّبہ کا وِرد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ ''جامعُ الاصول'' میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم ازکم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم ازکم پچیس ہزار روزانہ۔ ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم ازکم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخِ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم ازکم یہ بتائی گئی ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ ولیُ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''قولِ جمیل'' میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابویزید قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہے۔ جنّت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اس کی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے، اس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچّائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی، مگر وہ نوجوان

فوراً کہنے لگا کہ چچا! میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے: ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا، دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

یہ ایک واقعہ ہے، اس قسم کے نامعلوم کتنے واقعات اس امت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز "پاسِ اَنفاس" ہے، یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذِکر بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ امتِ محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اس کی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی ساتھ مانوس اور مُنقاد ہو گئیں۔

(۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَكْتُوْبٌ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ: اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا، لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا. (اخرجه ابوالشیخ، کذا فی الدر)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے: "اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا، لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا" (بے شک) میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا میں اس کو عذاب نہیں کروں گا۔

ف: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے، اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں، لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اِخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے، جیسا حدیث نمبر ۱۴ میں گذرا۔ اس کے علاوہ نمبر ۹ میں بھی کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

(۱۹) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ جِبْرَئِيْلَ علیہ السلام قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ، مَنْ جَاءَنِيْ

حضورِ اقدس ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو، جو

مِنْكُمْ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ بِالْاِخْلَاصِ، دَخَلَ فِيْ حِصْنِيْ. وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ، اَمِنَ عَذَابِيْ. (اخرجه ابو نعيم فى الحلية، كذا فى الدر وابن عساكر، كذا فى الجامع الصغير وفيه ايضًا برواية الشيرازى

شخص تم میں سے اِخلاص کے ساتھ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" کی گواہی دیتا ہوا آوے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

عن على ورقم له بالصحة، وفى الباب عن عتبان ابن مالك بلفظ " اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، يَبْتَغِىْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ" رواه الشيخان وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ بلفظ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ من عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ، الَّذِىْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ، وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " رواه ابن ماجة)

ف: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے، ہاں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے، اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرُّد (ہیکڑی) کرے اور "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" حق تعالیٰ شانہٗ کے غصّہ کو دور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو۔

(۲۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ، وَ اَفْضَلُ الدُّعَآءِ الْاِسْتِغْفَارُ، ثُمَّ قَرَاَ: "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ". (محمد:۱۹)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے اور تمام دعاؤں میں افضل اِستغفار ہے، پھر اس کی تائید میں سورۂ محمد کی آیت "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" تلاوت فرمائی۔

(اخرجه الطبرانى وابن مردويه والديلمى، كذا فى الدر، وفى الجامع الصغير برواية الطبرانى "مَا مِنَ الذِّكْرِ اَفْضَلُ مِنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا مِنَ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ" ورقم له بالحسن)

ف: اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" سب اذکار سے افضل ہے جس کی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے۔ اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی دعا یہ تھی: "لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" جو شخص بھی ان الفاظ سے دعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے، لیکن وہاں سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے۔ ایک متقی پرہیزگار ہے اس کے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب سے افضل ہے۔ ایک گناہ گار ہے، وہ توبہ واستغفار کا بہت محتاج ہے، اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وُجوہ سے ہوتی ہے۔ منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرّتیں اور تنگیاں دور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہیں۔

(۲۱) عَنْ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رضي الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: عَلَيْكُمْ بِلَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَالْاِسْتَغْفَارِ، فَاَكْثِرُوْا مِنْهُمَا، فَاِنَّ اِبْلِيْسَ قَالَ: اَهْلَكْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ، وَاَهْلَكُوْنِيْ بِلَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِسْتَغْفَارِ، فَلَمَّا رَاَيْتُ ذٰلِكَ اَهْلَكْتُهُمْ بِالْاَهْوَآءِ وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ. (اخرجه

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور "استغفار" کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" اور "استغفار" سے ہلاک کردیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس

(یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔ أبو يعلى، كذا في الدر والجامع الصغير ورقم له بالضعف)

ف: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور "استغفار" سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر بابِ اول فصلِ دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو، ورنہ شیطان کو ذلت کے ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذِکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضورِ اقدس ﷺ سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک صفائی ہوتی ہے، دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے مَیل اور زنگ کو دور کرنے والا ہے۔ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب بندہ اِخلاص سے "لَآ اِلٰـهَ" کہتا ہے تو ایک دم دل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے)۔ پھر وہ "اِلَّا اللّٰـهُ" کہتا ہے تو صاف دل پر اس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔

ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنا لے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے: "اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ o" (الجاثيه:٢٣) کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہشِ نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا (کہ حق بات کو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ دل میں اترتی ہے)۔ پس اللہ کے (گمراہ کردینے کے) بعد کون ہدایت کرسکتا ہے، پھر بھی تم نہیں سمجھتے)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: "وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ o" (القصص:٥٠) (ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اس

کے پاس) ہو، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا)۔ اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے، یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیرِ دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اس پر ثواب کا امیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کر رہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری، چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی امید ہے، لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے، بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذِکر اَذکار، توبہ، استغفار سے وہ مجھے دِق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبیِ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سنت ہو، نیکی برباد گناہ لازم ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حَسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے امتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب وزینت کے ساتھ پیش کیا، مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ ان سے استغفار کریں اور وہ اَہْوَا یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر، تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے محسن کے اِحسانات معلوم ہونے کے بعد اور ان کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود، اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

(۳۲) عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَمُوْتُ عَبْدٌ

حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، يَرْجِعُ ذٰلِكَ اِلٰى قَلْبِ مُوْقِنٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَفِیْ رِوَايَةٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ.

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنّت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے۔

(اخرجه احمد والنسائی والطبرانی والحاکم والترمذی فی نوادر الاصول، وابن مردويه والبیهقی فی الاسماء والصفات، کذا فی الدر وابن ماجة، وفی الباب عَنْ عِمْرَانَ بِلَفْظِ "مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ رَبُّهٗ، وَاَنِّیْ نَبِیُّهٗ مُوْقِنًا مِنْ قَلْبِهٖ، حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ" رواه البزار ورقم له فی الجامع بالصحة، وفیه ایضاً بروایة البزار عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ "مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ" وَرَقَمَ لَهٗ بِالصِّحَّةِ)

ف: حضورِ اقدس ﷺ سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سنادو کہ جو شخص سچے دل سے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اقرار کرے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے یہاں اِخلاص کی قدر ہے اور اِخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجروثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے، لوگوں کے خوش کرنے کے واسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو ان کی سرکار میں بے کار ہے، بلکہ کرنے والے کے لئے وَبال ہے، لیکن اِخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اس لئے اخلاص سے جو شخص کلمۂ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی، وہ ضرور جنّت میں داخل ہوکر رہے گا، اس میں ذرا بھی تَرَدُّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو، لیکن ضروری نہیں۔ کسی مخلص کا اخلاص مالِکُ الملک کو پسند ہو، اس کی کوئی خدمت ہی پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے۔ بہر حال ان احادیث میں کلمۂ طیّبہ کے پڑھنے والے کے لئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں: قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی، اور کرم، لطف، احسان اور مَراحمِ خُسرَوانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثم ایک محدّث ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا، ان سے پوچھا: کیا گذری؟ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی مجھ سے فرمایا: او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا، فلاں کیا، میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تو نے

ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا: یااللہ! مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ فرمایا: اور کیا حدیث پہنچی؟ عرض کیا: مجھ سے عبدالرزاق نے کہا، اس سے مَعْمَر نے کہا، ان سے زُہری نے کہا، ان سے عُروہ نے کہا، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا، ان سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا اور میں اس کو (اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاق نے سچ کہا، اور معمر نے بھی سچ کہا، اور زُہری نے بھی سچ کہا، عُروہ نے بھی سچ نقل کیا، عائشہ نے بھی سچ کہا، اور نبی علیہ السلام نے بھی سچ کہا اور جبرئیل نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچّی بات کہی۔ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنّت میں داخلہ کا ارشاد فرما دیا۔

(۲۳) عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ شَيْءٌ اِلَّا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ اِلَّا قَوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَدُعَاءَ الْوَالِدِ. (اخرجه ابن مردويه كذا في الدر، و في الجامع الصغير

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہنچنے کے لئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور باپ کی دعا بیٹے کے لئے ان دونوں کے لئے کوئی حجاب نہیں۔

برواية ابن النجار ورقم له بالضعف، وفي الجامع الصغير برواية الترمذي عن ابن عمر و رقم له بالصّحّة "اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُهٗ، وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا دُوْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَيْهِ)

ف: پردہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی، اور امور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں، لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت مُتَشَدِّد مُتَعَصِّب تھا، اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہو گیا، چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھیں اس لئے انتقام

کا جوش ان میں بھی بہت تھا، اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اس نے اوّل اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی، جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا وِرد شروع کیا، لگا تار پڑھ رہا تھا، اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جا سکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بجھ گئی اور دیگ بھی ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اڑی اور دور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگا تار کلمۂ طیبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اُعجوبہ دیکھ کر مُتحیّر تھے، اس سے حال دریافت کیا، اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

(۴۴) عَنْ عُتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَنْ يُّوَافِيَ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ.

(اخرجه احمد والبخاري ومسلم وابن ماجة، والبيهقي في الاسماء والصفات، كذا في الدر)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنّم اس پر حرام ہوگی۔

ف: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمۂ طیّبہ کا وِرد کرتا رہا ہو اس پر جہنّم کی آگ کا حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقیّد ہے کبائرِ گناہ نہ ہونے کے ساتھ، یا جہنّم کے حرام ہونے سے اس میں ہمیشہ کا رہنا مراد ہے، لیکن اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس پاک کلمہ کو اِخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنّم سے معاف فرما دیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا، فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جا چکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا اور اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو اِرشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی، آج بھی ستاری کرتے ہیں، تجھے معاف کر دیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے ان ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں

ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے۔ اس لئے جتنی بھی کثرت ہو سکے دریغ نہ کرنا چاہئے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اس کے ورد میں عمریں ختم کر دیں۔

(۲۵) عَنْ يَحْيٰى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ ﷺ قَالَ: رُءِ یَ طَلْحَةُ حَزِيْنًا، فَقِيْلَ لَهٗ: مَالَكَ؟ قَالَ: اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنِّىْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ، اِلَّا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهٗ، وَاَشْرَقَ لَوْنُهٗ وَرَاٰى مَا يَسُرُّهٗ، وَمَا مَنَعَنِىْ اَنْ اَسْاَلَهٗ عَنْهَا اِلَّا الْقُدْرَةُ عَلَيْهِ، حَتّٰى مَاتَ، فَقَالَ عُمَرُ ﷺ: اِنِّىْ لَاَعْلَمُهَا، قَالَ: فَمَا هِىَ؟ قَالَ: لَا نَعْلَمُ كَلِمَةً هِىَ اَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةٍ اَمَرَ بِهَا عَمَّهٗ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ: فَهِىَ وَاللّٰهِ هِىَ. (أخرجه البيهقي في الاسماء والصفات كذا في الدر، قلت: أخرجه الحاكم وقال: صحيح على شرط الشيخين، وأقره عليه الذهبي، وأخرجه أحمد وأخرج أيضاً من مسند عمر ﷺ بمعناه بزيادة فيهما، وأخرجه ابن ماجة عن يحيى بن طلحة عن امه، وفي شرح الصدور للسيوطي و أخرج أبو يعلى والحاكم بسند صحيح عن طلحة وعمر قالا: سمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إني أعلم كلمة، الحديث)

حضرت طلحہ ﷺ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا: کیا بات ہے؟ فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے یہ سنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے، مگر مجھے حضور ﷺ سے اس کلمہ کے پوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اس کا رنج ہو رہا ہے)۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے۔ حضرت طلحہ ﷺ (خوش ہو کر) کہنے لگے: کیا ہے؟ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے، جس کو حضور ﷺ نے اپنے چچا (ابو طالب) پر پیش کیا تھا اور وہ ہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" فرمایا: واللہ! یہی ہے، واللہ! یہی ہے۔

ف: کلمہ طیّبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "مُنَبِّهات" میں حضرت ابو بکر صدیق ﷺ سے نقل کیا ہے کہ

اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ان کے لئے چراغ ہیں: دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے، اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے، اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" ہے، اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے، اور پل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عَدَوِیہ رحمۃ اللہ علیہا مشہور وَلِیَّہ ہیں، رات بھر نماز میں مشغول رہتیں، صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا۔ عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ اونی گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسبِ وصیّت تجہیز وتکفین کر دی گئی، بعد میں اس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہے اس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا؟ فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں، کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

(۲۶) عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِنَّ رِجَالاً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ حَزِنُوْا عَلَيْهِ، حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ، قَالَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ: وَكُنْتُ مِنْهُمْ، فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ رضی اللہ عنہ وَسَلَّمَ، فَلَمْ اَشْعُرْ بِهٖ فَاشْتَكٰى عُمَرُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ، ثُمَّ اَقْبَلَا حَتّٰى سَلَّمَا عَلَيَّ جَمِيْعًا، فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: مَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ لَا تَرُدَّ عَلٰى اَخِيْكَ عُمَرَ سَلَامَهٗ؟

حضورِ اقدس ﷺ (رُوْحِی فِدَاہٗ) کے وِصال کے وقت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وَساوِس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وَساوِس میں گھرے ہوئے تھے۔ حضرت عمر میرے پاس تشریف لائے، مجھے سلام کیا، مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا، انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

قُلْتُ:مَافَعَلْتُ، فَقَالَ عُمَرُ :بَلٰی وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتَ،قَالَ:قُلْتُ:وَاللّٰهِ مَاشَعَرْتُ اَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ، قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ:صَدَقَ عُثْمَانُ، قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ اَمْرٌ؟ فَقُلْتُ:اَجَلْ، قَالَ: مَا هُوَ؟ قُلْتُ:تَوَفَّى اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهُ ﷺ قَبْلَ اَنْ نَسْاَلَهُ عَنْ نَجَاةِ هٰذَاالْاَمْرِ،قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: قَدْ سَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقُمْتُ اِلَيْهِ،وَقُلْتُ لَهُ:بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ، اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا، قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ:قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَانَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَبِلَ مِنِّى الْكَلِمَةَ الَّتِىْ عَرَضْتُ عَلٰى عَمِّيْ فَرَدَّهَا فَهِيَ لَهُ نَجَاةٌ. (رواه أحمد، كذا في المشكوة، وفي مجمع الزوائد رواه أحمد والطبراني في الأوسط با ختصار وابويعلى بتمامه، والبزار بنحوه وفيه رجل لم يسم، لكن الزهري وثقه وابهمه . قلت: وذكرفي مجمع الزوائد: له متابعاتٌ بالفاظ متقاربة)

سے شکایت کی (کہ عثمان بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب بھی نہ دیا)۔ اس کے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمر رضی اللہ عنہ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا؟ (کیا بات ہے)؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا: ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے، نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: سچ ہے، ایسا ہی ہوا ہوگا۔ غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے، میں نے عرض کیا: واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیا تھا؟ میں نے عرض کیا: حضور ﷺ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اٹھا اور میں نے کہا: تم پر میرے ماں باپ قربان، واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اسکے دریافت کرنے کے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کر لے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر ان کے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور

انہوں نے رد کر دیا تھا، وہی کلمۂ نجات ہے۔

ف: وَساوِس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت رنج وغم کی شدت میں ایسے پریشان ہو گئے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیلُ القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ دین اب ختم ہو چکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ ان سے بولا ہی نہیں جاتا تھا۔ ایک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمالِ عشق اور کمالِ محبّت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انہوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے)۔ پس اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائے گا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (اپنا ہی کچھ کھو دیگا)۔ مختصر طور پر اس قصّہ کو میں اپنے رسالہ "حکایاتِ صحابہ" میں لکھ چکا ہوں۔

آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اس کے دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں، ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمۂ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دِقتیں بھی پیش آتی ہیں، وَساوِس بھی گھیرتے ہیں، شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے، دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں، اس صورت میں مطلب ارشادِ نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اِخلاص پیدا کرنے والا ہے، دلوں کا صاف کرنے والا ہے، شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے، جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر

وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

(۲۷) عَنْ عُثْمَانَ ؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًا مِّنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ؓ: اَنَا اُحَدِّثُكَ مَاهِیَ كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ الَّتِیْ اَعَزَّ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِهَا مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَهٗ، وَهِیَ كَلِمَةُ التَّقْوٰى الَّتِیْ اَلَاصَ عَلَيْهَا نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ عَمَّهٗ اَبَاطَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ: شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. (رواه احمد واخرجه الحاكم بهذا اللفظ وقال: صحيح على شرطهما واقره عليه الذهبي، واخرجه الحاكم برواية عثمان ؓ عن عمر ؓ مرفوعا "انی لاعلم كلمة لايقولها عبد حقا من قلبه، فيموت على ذلك الا حرمه الله على النار" "لا اله الا الله" وقال: هذا صحيح على شرطهما، ثم ذكر له شاهدين من حديثهما)

حضرت عثمان ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے؟ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اور اس کے صحابہ ؓ کو عزت دی۔ وہ وہی تقویٰ کا کلمہ ہے جس کی حضورِ اقدس ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی۔

ف: حضور ﷺ کے چچا ابوطالب کا قصہ حدیث، تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور معروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اس لئے نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا! "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہہ لیجئے، تاکہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اس وقت اس کلمہ کو کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔

اس پر حضور ﷺ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصّہ میں قرآن پاک کی آیت "اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ" (القصص:٥٦) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اس قصّہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فِسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، خدا اور اس کے رسول ﷺ سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہو جائے گا غلطی میں مبتلا ہیں، کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے، اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اسی سے سچّا تعلّق قائم کرنا ضروری ہے، البتہ اللہ والوں کی صحبت، ان کی دعا، ان کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

(۴۸) عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ الذَّنْبَ الَّذِیْ اَذْنَبَهٗ، رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَی السَّمَآءِ، فَقَالَ: اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ، فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیْهِ: مَنْ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ: تَبَارَكَ اسْمُكَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَاْسِیْ اِلٰی عَرْشِكَ، فَاِذَا فِیْهِ مَكْتُوْبٌ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَعْظَمَ عِنْدَكَ قَدْرًا عَمَّنْ جَعَلْتَ اِسْمَهٗ مَعَ اسْمِكَ، فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیْهِ: یَآ اٰدَمُ! اِنَّهٗ اٰخِرُ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ، وَلَوْلَا هُوَ مَا خَلَقْتُكَ. (اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والحاکم وابو نعیم والبیھقی کلاھما فی الدلائل، وابن عساکر فی الدر، وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) سے جب وہ گناہ صادر ہوگیا (جس کی وجہ سے جنّت سے دنیا میں بھیج دیے گئے تو ہر وقت روتے رہتے تھے اور دعا و استغفار کرتے رہتے تھے)۔ ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اور عرض کیا: یا اللہ! محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں، وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی)؟ عرض کیا: جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (ﷺ) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔

والصغير وفيه من لم اعرفهم، قلت: ويؤيد الآخر الحديث المشهور "ولو لاك لما خلقت الافلاك" قال القاري في الموضوعات الكبير: موضوع

وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں، تمہاری اولاد میں سے ہیں، لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

لكن معناه صحيح، وفي التشرف معناه ثابت، و يؤيد الاول ما ورد في غير رواية من انه مكتوب على العرش واوراق الجنة "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" كما بسط طرقه السيوطي في مناقب اللآلي في غير موضع، وبسط له شواهد ايضاً في تفسيره في سورة الم نشرح)

ف: حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گِڑ گِڑائے؟ اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی، آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالکُ الملک، رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی؟ اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا، اپنا مقرَّب بنایا، جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے، بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو ان کے برابر نہیں ہوسکتا، چالیس برس تک سر اوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے اگر ان کے آنسوؤں کو ان کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جائے تو ان کے آنسو بڑھ جائیں گے۔ ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے۔ ؎

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اِضطراب میں واں ایک خامُشی تری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا ان سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا ہونا، یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میں جنّت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں: پہلی سطر میں "لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا تھا۔ دوسری سطر میں "مَا قَدَّمْنَا وَجَدْنَا، وَمَا اَكَلْنَا رَبِحْنَا، وَمَا خَلَفْنَا خَسِرْنَا" تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں تھا "اُمَّةٌ مُّذْنِبَةٌ، وَرَبٌّ غَفُوْرٌ" (امت گناہ گار اور مالک بخشنے والا)۔ ایک بزرگ کہتے ہیں: میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں، اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں، جب ان کو توڑا جاتا ہے تو ان کے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے، جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا ملتا ہے۔ میں نے اس قصہ کو ابو یعقوب شکاری رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا: تعجب کی بات نہیں، میں نے "اَیلہ" میں ایک مچھلی شکار کی تھی، اس کے ایک کان پر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور دوسرے پر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا تھا۔

(۲۹) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِيْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰــهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (و) الٓمّٓ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. (أخرجه ابن ابی شيبة وأحمد والدارمی وابو داود والترمذی و صححه، وابن ماجة وابومسلم الكجی فی السنن، وابن الضريس وابن ابی حاتم والبيهقی فی الشعب، كذا فی الدر)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضورِ اقدس ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسمِ اعظم کے نام سے عام طور پر مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اِخلاص سے پڑھی جائیں) وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرة:۱٦۳) اور الٓمّٓ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (آل عمران:۲،۱)

ف: اسمِ اعظم کے متعلق رِوایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفا کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شبِ قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ ''فضائلِ رمضان'' میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ متمرّد اور شرّی شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں، وہ دو آیتیں ''وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' سے شروع ہیں۔ ابراہیم بن وَسمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالتِ نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ ہے۔ ''وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' پوری آیت (البقرۃ: ۱۶۳) ''اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ'' آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخر آیت اور ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سے مُحْسِنِيْنَ'' تک (الاعراف: ۵۴) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے)۔ ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات ان کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ ''اللہ'' ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابرِ صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیدُ الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے، فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم ''اللہ'' ہے، بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اس کے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کے لئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہئے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو، اور خواص کے لئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو، اور اَخصّ الخواص کے لئے یہ ضروری

ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو، کہتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ بتاتے ہیں۔

شیخ اسماعیل فرغانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی، مجاہدے بہت کرتا تھا، کئی کئی دن فاقے کرتا حتّٰی کہ فاقوں کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے، مجھے ان کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا: کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں بتادیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اس نے کہا کہ وہ لفظ ''اللہ'' ہے بشرطیکہ صدقِ لجا سے ہو۔ شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اس وقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائے گا وہ حالت مراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط وتحمل کی ضرورت ہے۔

ایک بزرگ کا قصّہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمنّا واستدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا: تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اس کی اہلیت ہے، تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے، دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آ رہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصّہ آیا، واپس آ کر بزرگ سے سارا قصّہ سنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لئے بددُعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

(۳۰) عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ (قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہٗ اِرشاد فرمائیں گے کہ جہنّم سے ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے ''لَآ

وَفِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ. اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ، اَوْذَکَرَنِیْ، اَوْخَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ.

(أخرجه الحاكم برواية المؤمل عن المبارك بن فضالة، وقال: صحيح الاسناد وأقره عليه الذهبي وقال الحاكم: قد تابع أبو داود مؤملا على روايته واختصره)

اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ" کہا ہواور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہواور ہر اس شخص کو نکال لو جس نے "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ" کہا ہو یا مجھے (کسی طرح بھی) یاد کیا ہو یا کسی موقعہ پر مجھ سے ڈرا ہو۔

ف: اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں۔ اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر وشرک میں گذری ہو، ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنّم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ (جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں) فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ہے: (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام ایسا دھندلا رہ جائے گا جیسے کپڑے کے نقش ونگار (پرانے ہو جانے سے) دھندلے ہو جاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا، نہ حج کو، نہ زکوۃ کو، آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآنِ پاک بھی اٹھا لیا جائے گا، کوئی آیت اس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ" پڑھتے سنا تھا، ہم بھی اسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوۃ، حج، روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا۔ حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا۔ انھوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنّم سے نکالے گا، جہنّم سے نکالے گا، جہنّم سے نکالے گا، یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائے گا۔ یہی مطلب ہے حدیثِ بالا کا کہ اگر ایمان کا ذرا سا حصّہ بھی ہے تب بھی جہنّم سے کسی نہ کسی وقت نکالا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ"

پڑھے وہ اس کو کسی نہ کسی دن ضرور کام دے گا، گو اس کو کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے۔

(۳۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: اَتَى النَّبِيَّ ﷺ اَعْرَابِيٌّ، عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ طَيَالِسَةَ، مَكْفُوْفَةٌ بِالدِّيْبَاجِ، فَقَالَ: اِنَّ صَاحِبَكُمْ هٰذَا يُرِيْدُ اَنْ يَّرْفَعَ كُلَّ رَاعٍ وَابْنَ رَاعٍ، وَيَضَعَ كُلَّ فَارِسٍ وَابْنَ فَارِسٍ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مُغْضِبًا، فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِهٖ فَاجْتَذَبَهٗ، وَقَالَ: اَلَا اَرٰى عَلَيْكَ ثِيَابَ مَنْ لَّا يَعْقِلُ، ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: اِنَّ نُوْحًا لَّمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَعَا ابْنَيْهِ، فَقَالَ: اِنِّيْ قَاصٌّ عَلَيْكُمَا الْوَصِيَّةَ، اٰمُرُكُمَا بِاثْنَيْنِ وَاَنْهَاكُمَا عَنِ اثْنَيْنِ، اَنْهٰكُمَا عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ، وَاٰمُرُكُمَا بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؛ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا فِيْهِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِيْ كِفَّةِ الْمِيْزَانِ وَوُضِعَتْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِي الْكِفَّةِ الْاُخْرٰى، كَانَتْ اَرْجَحَ مِنْهُمَا، وَلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا فِيْهِمَا كَانَتْ حَلْقَةً، فَوُضِعَتْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَلَيْهَا، لَقَصَمَتْهَا وَاٰمُرُكُمَا بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، فَاِنَّهُمَا صَلٰوةُ كُلِّ شَيْءٍ، وَبِهِمَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ. (اخرجه الحاكم

حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جُبّہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیباج کی گوٹ تھی۔ (صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والے) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرا دیں۔ حضور ﷺ ناراضگی سے اٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پہن رہا ہے، پھر اپنی جگہ واپس آ کر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیّت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے، دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے کہ تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے

اگر سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" رکھ دیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وہ وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

وقال: صحيح الإسناد ولم يخرجه للصقعب ابن زهير، فانه ثقة قليل الحديث. و اقره عليه الذهبي وقال: الصقعب ثقة ورواه ابن عجلان عن زيد بن اسلم مرسلا. قلت: ورواه أحمد في مسنده بزيادة فيه بطرق وَفِيْ بَعْضٍ مِّنْهَا: "فَإِنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مُّبْهَمَةً فَصَمَتْهُنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" وذكره المنذري في الترغيب عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مختصرًا، وفيه "لَوْ كَانَتْ حَلْقَةً لَقَصَمَتْهُنَّ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَى اللّٰهِ" ثم قال: رواه البزار و رواته محتج بهم في الصحيح الا ابن اسحاق، وهو في النسائي عن صالح بن سعيد رفعه إلى سليمان بن يسار، إلى رجل من الأنصار لم يسمه ورواه الحاكم عن عبدالله وقال: صحيح الاسناد ثم ذكر لفظه، قلت: وحديث سليمان بن يسار يأتي في بيان التسبيح، وفي مجمع الزوائد رواه أحمد، و رواه الطبراني بنحوه ورواه البزار من حديث ابن عمر رضی اللہ عنہ، ورجال أحمد ثقات وقال في رواية البزار مُحَمد بن اسحاق وهو مدلس وهو ثقه)

ف: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق اِرشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہرِ حال خراب ہے اس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے۔ اس لئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیۂ کرام ظاہری طہارت وُضو وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں: اجی!! باطن اچھا ہونا چاہئے، ظاہر چاہے کیسا ہی ہو، صحیح نہیں۔ باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ہے: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً" (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنا دے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا

تعلیم فرمائی ہے۔

(۳۲) عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ اَبَابَکْرٍ رضی اللہ عنہ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ كَئِيْبٌ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: مَالِيْ اَرَاكَ كَئِيْبًا؟ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَمٍّ لِّيَ الْبَارِحَةَ فُلَانٌ، وَهُوَ يَكِيْدُ بِنَفْسِهٖ، قَالَ: فَهَلْ لَقَّنْتَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: فَقَالَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قَالَ اَبُوْبَكْرٍ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ هِيَ لِلْاَحْيَاءِ، قَالَ: هِيَ اَهْدَمُ لِذُنُوْبِهِمْ، هِيَ اَهْدَمُ لِذُنُوْبِهِمْ. (رواه ابو يعلى والبزار وفيه زائدة بن ابى الرقاد وثقه القواريرى وضعفه البخارى وغيره، كذا فى مجمع الزوائد واخرج بمعناه عن ابن عباس رضى الله عنهما، قلت: وروى عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه مَرْفُوْعًا "مَنْ قَالَ اِذَا مَرَّ بِالْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، كَيْفَ وَجَدْتُّمْ قَوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، يَا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، غُفِرَلَهٗ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهٗ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً؟ قَالَ: لِوَالِدَيْهِ وَلِقَرَابَتِهٖ وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ" رواه الديلمى فى تاريخ همدان والرافعى وابن النجار، كذا فى منتخب كنز العمال، لكن روى نحوه السيوطى فى ذيل اللالى وتكلم على سنده، وقال: الاسناد كله ظلمات، ورمى رجاله بالكذب، وفى تنبيه الغافلين: وروى عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ "مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ خَالِصًا، وَمَدَّهَا بِالتَّعْظِيْمِ، كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ اَرْبَعَةَ اٰلَافِ ذَنْبٍ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہوکر حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں، کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ گذشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہوگیا، میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا: کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا؟ عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)۔

مِنَ الْكَبَائِرِ، قِيْلَ: إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ أَرْبَعَةُ آلَافِ ذَنْبٍ؟ قَالَ: يُغْفَرُ مِنْ ذُنُوْبِ أَهْلِهِ وَجِيْرَانِهِ". قلت: وروى بمعناه مرفوعا، لكنهم حكموا عليه بالوضع كما في ذيل اللآلي، نعم يؤيده الامر بد فن جوار الصالح و تاذيه بجوار السوء، ذكره السيوطي في اللآلي بطرق و ورد السلام على اهل القبور بالفاظ مختلفة في كنز العمال وغيره)

ف: مقابر میں اور میت کے قریب کلمۂ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں اِرشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ" ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ" ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں اُن کا نشان "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ" ہوگا۔ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہوجاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہوجاتی ہیں۔ اَبوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر "اشبیلہ" میں بیمار پڑا ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پَر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمۂ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ ایک اور مؤمن کے لئے تحفہ ہے جس کا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھادیا، پھر فرمایا: (یا اللہ! تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا، مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی۔ تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا، مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی، تین مرتبہ یہی کہتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا: لیکن "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا: کیا دیکھتے ہو؟ فرمایا: کچھ سبز چیزیں ہیں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن، اس کے بعد اِنتقال فرمایا۔ زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا کو کسی نے خواب میں

دیکھا، اس سے پوچھا: کیا گذری؟ اس نے کہا کہ ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہو گئی: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُفْنِیْ بِهَا عُمْرِیْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَدْخُلُ بِهَا قَبْرِیْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَخْلُوْ بِهَا وَحْدِیْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَلْقٰی بِهَا رَبِّیْ" "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کروں گی اور "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گذاروں گی اور "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

(۳۳) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اَوْصِنِیْ، قَالَ: اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَةً فَاَتْبِعْهَا حَسَنَةً تَمْحُهَا، قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ: هِیَ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ.

(رواه أحمد وفي مجمع الزوائد رواه أحمد ورجاله ثقات إلا أن شمر بن عطية حدثه عن أشياخه، ولم يسم أحدا منهم، قال السيوطي في الدر: أخرجه أيضاً ابن مردويه، والبيهقي في الأسماء والصفات، قلت: وأخرجه الحاكم بلفظ "يا أبا ذر! اتق الله حيث كنت واتبع السيئة الحسنة تمحها وخالق الناس بخلق حسن" وقال: صحيح على شرطهما وأقره عليه الذهبي، وذكره السيوطي في الجامع مختصرًا ورقم له بالصحة)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے، ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہو جائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کر لیا کرو (تاکہ برائی کی نحوست دھل جائے) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

ف: برائی اگر گناہِ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہو سکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے، جیسا پہلے بھی گذر چکا ہے۔ بہر صورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے، نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی

بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے، حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے، جیسا کہ بابِ سوم فصل دوم حدیث نمبر ۱۸ کے تحت میں آ رہا ہے۔ حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں اِرشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اس کو کہتے ہیں کہ گناہ ہو چکا، اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کے لئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کروں گا۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا اِرشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر و اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تا کہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر برائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر برائی کو علی الاِعلان کیا ہے تو اس کے کفارہ میں نیکی بھی علی الاِعلان ہو۔

(۳۴) عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَالَ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَتْ لَهٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ. (أخرجه أحمد قلت أخرج الحاكم شواهده بألفاظ مختلفة)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

ف: کلمۂ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے: جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

(۳۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَالَ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَحَدًا صَمَدًا لَّمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَيْ اَلْفِ حَسَنَةٍ. (رواه الطبرانی، كذا فی الترغيب وفی مجمع الزوائد فيه فايد ابو الورقاء متروك)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَحَدًا صَمَدًا لَّمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

ف: کس قدر اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی طرف سے انعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو، پھر بھی ہزار ہزار، لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں، لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعیّن ہی ہے، بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالتِ کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں، اس کے بعد پھر حساب ہے۔ ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے، اور اگر اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس کو معاف فرما دیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہٗ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے یہاں دینے میں کمی نہیں، کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْهُمْ۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اِرشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے: دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں، اور دو برابر سرابر، اور ایک دس گنا، اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل

جوواجب کرنے والے ہیں: ایک یہ کہ جوشخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنّت میں داخل ہوگا، دوسرے جوشخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنّم میں جائے گا۔اور جو عمل برابر سرابر ہے وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہوگیا ہو (مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو)، اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کرلے، اور اللہ کے راستہ میں (جہادوغیرہ میں) خرچ کرنا سات سودرجہ کا اجر رکھتا ہے۔اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے۔اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے، آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دنیا میں فقر، آخرت میں عذاب ہے)۔بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔ایک شخص حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ میں نے، خدا کی قسم! ایسا ہی سنا ہے۔دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہٗ "يُضَاعِفُهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا" (النساء: ٤٠) ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم فرمائیں اس کی مقدار کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہوسکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کرکے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اہم صفات ہیں۔

(۳۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ، فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ يَقُوْلُ: "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جوشخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے: "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" اس کے لئے

الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَآءَ". (رواه مسلم وابو داود وابن ماجة وقالا: "فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ" زاد ابو داود "ثُمَّ يَرْفَعُ طَرْفَهُ اِلَى السَّمَآءِ، ثُمَّ يَقُوْلُ" فذكره ورواه الترمذي كأبي داود وزاد "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" الحديث وتكلم فيه، كذا في الترغيب، زاد السيوطي في الدر ابن أبي شيبة والدارمي)

جنّت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

ف: جنّت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے، پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایتِ اعزاز و اکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنّت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

(۳۷) عَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِائَةَ مَرَّةٍ اِلَّا بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَلَمْ يُرْفَعْ لِاَحَدٍ يَوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِهٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِهٖ اَوْ زَادَ.

(رواه الطبراني وفيه عبدالوهاب بن ضحاك متروك، كذا في مجمع الزوائد، قلت: هو من رواة ابن ماجة ولاشك أنهم ضعفوه جدا، إلا أن معناه مؤيد بروايات، منها ماتقدم من روايات يحي بن طلحة ولاشك أنه أفضل الذكر، وله شاهد من حديث أم هانى الآتي)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

ف: متعدد آیات و روایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" دِل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا میں ہی نورانی ہوتا ہے۔

(۳۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِفْتَحُوْا عَلٰى صِبْيَانِكُمْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَقِّنُوْهُمْ

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب

عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّهٗ مَنْ كَانَ اَوَّ لُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ عَاشَ اَلْفَ سَنَةٍ لَمْ يُسْئَلْ عَنْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ.

بھی "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" تلقین کرو۔ جس شخص کا اوّل کلمہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہوا اور آخری کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)۔

(موضوع، ابن محموية وأبوه مجهولان، وقد ضعف البخاری ابراهيم بن مهاجر، حكاه السيوطی عن ابن الجوزی، ثم تعقبه بقوله الحديث فی المستدرك، وأخرجه البيهقی فی الشعب عن الحاكم وقال: متن غريب لم نكتبه إلا بهذا الاسناد و أورده الحافظ ابن حجر فی اماليه ولم يقدح فيه بشیء، إلا أنه قال: ابراهيم فيه لين، وقد اخرج له مسلم فی المتابعات، كذا فی اللآلی، وذكره السيوطی فی شرح الصدور ولم يقدح فيه بشیء، قلت: وقد ورد فی التلقين أحاديث كثيرة ذكرها الحافظ فی التلخيص، وقال فی جملة من رواها وعن عروة بن مسعود الثقفی رواه العقيلی باسناد ضعيف، ثم قال: روی فی الباب احاديث صحاح عن غير واحد من الصحابة، ورواه ابن أبی الدنيا فی كتاب المحتضرين من طريق عروة بن مسعود، عن أبيه عَنْ حُذَيْفَةَ "بلفظ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا" وروی فيه أيضًا عن عمر وعثمان وابن مسعود و أنس وغيرهم ﷺ وفی الجامع الصغير "لقنوا موتاكم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "رواه أحمد ومسلم و الأربعة عن أبی سعيد و مسلم وابن ماجة عن أبی هريرة والنسائی عن عائشة ورقم له بالصحة. وفی الحصن: اِذَا اَفْصَحَ الْوَلَدُ فَلْيُعَلِّمْهُ " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" وفی الحرز رواه ابن السنی عن عمرو بن العاص. قلت: ولفظه فی عمل اليوم والليلة عن عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَجَدْتُ فِیْ كِتَابِ جَدِّیْ الَّذِیْ حَدَّثَهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اِذَا اَفْصَحَ اَوْلَادُكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰى مَاتُوْا وَاِذَا اَثْغَرُوْا فَمُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ" وَفِی الجامع الصغير برواية أحمد وأبی داود والحاكم عَنْ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ "مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" ورقم له بالصحة وفی مجمع الزوائد عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ رَفَعَهٗ "مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ يَدْخُلِ النَّارَ" وفی غير رواية مرفوعة "مَنْ لُقِّنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ"۔

ف: تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے۔ اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ شدّتِ تکلیف میں ہوتا ہے۔ اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیثِ صحیحہ

میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشادِ نبوی وارد ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" نصیب ہو جائے اس کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مُردوں کو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے لگے، اس سے حساب معاف ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تلقین کرتا ہے۔ ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک کلمہ کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قِصّہ لکھا ہے کہ بھُس فروخت کیا کرتا تھا، جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے۔ اسی طرح اور بھی متعدد واقعات "نُزْہَۃُ الْبَسَاتِیْن" میں بھی لکھے ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا، وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی، مجھے وہ اچھی لگی، میں اس کو دیکھتا رہا۔ اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض "تذکرۂ قرطبیہ"

میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

(۳۹) عَنْ اُمِّ هَانِیءٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" لَایَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَ لَا تَتْرُكُ ذَنْبًا.

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔

(رواہ ابن ماجة، كذا فی منتخب كنزالعمال، قلت: وأخرجه الحاكم فی حديث طويل و صححه، ولفظه "قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَتْرُكُ ذَنْبًا وَلَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ". وتعقب عليه الذهبی بأن زكريا ضعيف، وسقط بين مُحَمَّدٍ وَأُمِّ هانیٔ و ذكره فی الجامع برواية ابن ماجة ورقم له بالضعف)

ف: کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کارآمد ہو سکتا ہو۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنّت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے، اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاِجماع جاتے رہے۔ اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دِلوں کی صفائی اور صَیْقَل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دِل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اہتمام ہو اس کو دنیا بھی آخرت پر مستعد کرے گی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے گی۔

(۴۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً، فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِیْقِ، وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ.

(رواه الستة وغيرهم بألفاظ مختلفة واختلاف يسير في العدد وغيره، وهذا آخر ما اردت ايراده في هذا الفصل رعاية لعدد الاربعين. والله الموفق لما يحب ويرضى)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سب سے افضل "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ لکڑی کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی ایک خصوصی شعبہ ہے ایمان کا۔

ف: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا، چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اسی طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں، بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں، اسی طرح سے اور بھی تمام اَحکام بجالانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مَثَل مشہور ہے "تُو بے حیا باش وہر چہ خواہی کن" تُو بے غیرت ہوجا، پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے: "اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ" جب تُو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر، ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے، اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

تنبیہ: اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں اِرشاد فرمائی ہیں۔ اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے، اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ ان ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کا خاص طور سے ایمان کی شاخوں

کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں۔ میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں، تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا، اُن کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھیں ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی، تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا، تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جب کہ ایمان کے اصول وفروع سارے بالتفصیل معلوم ومُحقق ہیں۔ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے اور شریعتِ مُطہّرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

اِمام نَوَوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے، اس سے اوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے، جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلّف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں، اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ چنانچہ ابوعبداللہ حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ''فوائد المِنہاج'' رکھا ہے اور امام بَیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی ''شُعَبُ الْاِیمان'' رکھا ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام

بھی ''شُعَبُ الایمان'' رکھا ہے اور اسحاق بن قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب النصائح'' اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے اور امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نام ''وصف الایمان وشُعَبُہٗ'' رکھا ہے۔ شُرّاحِ بخاری نے اس باب میں مختلف تصانیف سے تلخیص کرتے ہوئے ان کو مختصر طور پر جمع فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمانِ کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے: اوّل تصدیقِ قلبی، یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا۔ دوسرے زبان کا اقرار وعمل۔ تیسرے بدن کے اعمال، یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں: اول وہ جن کا تعلّق نیت واعتقاد اور عملِ قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلّق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلّق باقی حصۂ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات، اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔ (۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔ (۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔ (۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔ (۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔ (۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری، سب اللہ کی طرف سے ہے۔ (۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تُلنا اور پل صراط پر گذرنا سب ہی داخل ہے۔ (۸) جنّت کا یقین ہونا اور یہ کہ مؤمن ان شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (۹) جہنّم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ شانہٗ سے محبت رکھنا۔ (۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا، اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبّت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ (۱۲) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔

(۱۳) اِخلاص، جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔ (۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد۔ (۱۵) اللہ کا خوف۔ (۱۶) اللہ کی رحمت کا امید وار ہونا۔ (۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ (۱۸) شکر گذاری۔ (۱۹) وفا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔ (۲۲) شفقت و رحمت، جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے۔ (۲۳) مقدر پر راضی ہونا۔ (۲۴) توکل (۲۵) خود بینی اور خودستائی کا چھوڑنا جس میں اِصلاحِ نفس بھی داخل ہے۔ (۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے۔ (۲۷) ''عینی'' میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حَیا کرنا ہے، جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔ (۲۸) غصہ نہ کرنا (۲۹) فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے۔ (۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُمورِ بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہوتو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا، اس کے سات شعبے ہیں:

(۱) کلمۂ طیّبہ کا پڑھنا (۲) قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا (۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا (۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر، جس میں استغفار بھی داخل ہے (۷) لَغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں، یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصّہ: اپنی ذاتوں سے تعلّق رکھتا ہے، یہ سولہ شاخیں ہیں:

(۱) پاکی حاصل کرنا، جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی، سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی (۲) نماز کی پابندی کرنا، اس کو قائم[1] کرنا، جس میں فرض، نفل، ادا، قضا، واجب سب داخل ہے۔ (۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا

[1] نماز کا قائم کرنا اسکے آداب و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنے کا نام ہے جیسا کہ فضائلِ نماز کے تیسرے باب میں مذکور ہے۔

کھِلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے۔ (۴) روزہ، فرض ہو یا نفل (۵) حج کرنا، فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی۔ (۶) اعتکاف کرنا، جس میں لَیْلَۃُ الْقَدْر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے۔ (۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جس میں ہجرت بھی داخل ہے۔ (۸) نذر کا پورا کرنا۔ (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا۔ (۱۰) کفاروں کا ادا کرنا۔ (۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا۔ (۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا، اور ان کا اہتمام کرنا۔ (۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا، اس کے جملہ امور کا انتظام کرنا۔ (۱۴) قرض کا ادا کرنا۔ (۱۵) معاملات کا درست کرنا، سود سے بچنا۔ (۱۶) سچی بات کی گواہی دینا، حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصّہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے۔ اس کی چھ شاخیں ہیں:

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا۔ (۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا، اس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں۔ (۳) والدین کے ساتھ سُلوک کرنا، نرمی برتنا، فرمانبرداری کرنا۔ (۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا۔ (۵) صلۂ رحمی کرنا (۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصّہ: حقوقِ عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے:

(۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا (۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا (۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلافِ شرع حکم نہ ہو) (۴) آپس کے معاملات کی اِصلاح کرنا جس میں مفسِدوں کو سزا دینا، باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے۔ (۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا (۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا، جس میں وعظ وتبلیغ بھی داخل ہے۔ (۷) حدود کا قائم کرنا (۸) جہاد کرنا، جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے (۹) امانت کا ادا کرنا، جس میں خُمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے (۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا (۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، ان کا اِکرام کرنا۔ (۱۲) معاملہ اچھا کرنا، جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے (۱۳) مال کا اپنے

محل (موقع) پر خرچ کرنا، اِسراف اور بخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے۔ (۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا (۱۵) چھینکنے والے کو "یَرْحَمُكَ اللّٰہ" کہنا (۱۶) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا (۱۷) لہو ولَعِب سے بچنا (۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا۔

یہ ستتّرؔ شاخیں ہوئیں، ان میں بعض کو ایک دوسرے میں مُنضم بھی کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے سترؔ والی روایت یا سڑسٹھؔ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبروار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظِ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی "فتح الباری" اور علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کی "مرقات" سے توضیح و اِضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہئے کہ ان میں غور وفکر کرے جو اوصاف اس میں ان میں سے پائے جاتے ہیں ان پر اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق ولطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو ان کے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَ مَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

تیسرا باب

کلمۂ سوم کے فضائل میں

یعنی "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" بھی وارد ہوا ہے۔ احادیث میں ان کلمات کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے، یہ کلمات تسبیحاتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے بھی مشہور ہیں، اس لئے کہ یہ کلمات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی تعلیم فرمائے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اس باب میں بھی چونکہ کلام پاک کی آیات اور احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں اس لئے دو فصلوں پر اس کو منقسم کردیا: پہلی فصل آیاتِ قرآنیہ میں، دوسری احادیثِ نبویہ میں۔

فصلِ اول

ان آیات کے بیان میں جن میں "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" کا مضمون ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز جتنی مہتم بالشان ہوتی ہے اتنے ہی اہتمام سے ذکر کی جاتی ہے اور مختلف طریقہ سے ذہن نشین کی جاتی ہے۔ چنانچہ ان کلمات کا مفہوم بھی قرآن پاک میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ ان میں سب سے پہلا کلمہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ" ہے۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کے معنی ہیں اللہ جَلَّ شَانُہٗ ہر عیب اور برائی سے پاک ہے۔ میں اس کی پاکی کا پورا پورا اقرار کرتا ہوں، اس مضمون کو حکم سے بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی پاکی بیان کرو۔ خبر سے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ فرشتے اور دوسری مخلوقات اللہ کی پاکی کا اقرار و بیان کرتی رہتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح دوسرے الفاظ کا بھی یہی حال ہے کہ مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں ان مضامین کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط (البقرۃ: ۳۰)   (فرشتوں کا مقولہ انسان کی پیدائش کے وقت) ہم بحمد اللہ آپ کی تسبیح کرتے

رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دل سے اقرار کرتے رہتے ہیں۔

(۲) قَالُوْا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ o (البقرۃ: ۳۲)

(ملائکہ کا جب بمقابلہ انسان امتحان ہوا تو) کہا: آپ تو ہر عیب سے پاک ہیں، ہم کو تو اس کے سوا کچھ بھی علم نہیں جتنا آپ نے بتا دیا ہے۔ بیشک آپ بڑے علم والے ہیں، بڑی حکمت والے ہیں۔

(۳) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ. (آل عمران: ۴۱)

اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور اس کی تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کے وقت بھی۔

(۴) رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ o (آلِ عمران: ۱۹۱)

(سمجھ دار لوگ جو اللہ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور قدرت کے کارناموں میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں) یہ کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! آپ نے یہ سب بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے (بلکہ بڑی حکمتیں اس میں ہیں) آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں، آپ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے۔

(۵) سُبْحَانَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ. (النساء: ۱۷۱)

وہ ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔

(۶) قَالَ سُبْحَانَكَ مَايَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ط (المائدۃ: ۱۱۶)

(قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے سوال ہوگا کہ اپنی امت کو تثلیث کی تعلیم کیا تم نے دی تھی تو) وہ کہیں گے (توبہ توبہ!!) میں تو آپ کو (شرک سے اور ہر عیب سے) پاک سمجھتا ہوں، میں ایسی بات کیسے کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہ تھا۔

(۷) سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ o (الانعام: ۱۰۰)

اللہ جل جلالہٗ (ان سب باتوں سے) پاک ہے جن کو (یہ کافر لوگ) اللہ کی شان میں کہتے ہیں (کہ اس کے اولاد ہے یا شریک ہے وغیرہ وغیرہ)

(۸) فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الاعراف:۱۴۳)

(جب طور پر حق تعالیٰ شانہٗ کی ایک تجلّی سے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے تھے) پھر جب افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ بیشک آپ کی ذات (ان آنکھوں کے دیکھنے سے اور ہر عیب سے) پاک ہے۔ میں (دیدار کی درخواست سے) توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

(۹) اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ○ (الاعراف:۲۰۶)

بیشک جو اللہ کے مقرب ہیں (یعنی فرشتے) وہ اس کی عبادت سے تکبّر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے رہتے ہیں۔

ف: صوفیاء نے لکھا ہے کہ آیت میں تکبّر کی نفی کو مقدم کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تکبّر کا اِزالہ عبادات پر اہتمام کا ذریعہ ہے اور تکبّر سے عبادات میں کوتاہی واقع ہوتی ہے۔

(۱۰) سُبْحَانَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (التوبہ:۳۱)

اس کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ (کافر اس کا) شریک بناتے ہیں۔

(۱۱) دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ (یونس:۱۰)

(ان جنتیوں کے) منہ سے یہ بات نکلے گی "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" اور آپس کا ان کا سلام ہوگا: السلام علیکم (اور جب دنیا کی دِقتوں کو یاد کریں گے اور خیال کریں گے کہ اب ہمیشہ کے لئے ان سے خلاصی ہوگئی تو) آخر میں کہیں گے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ"۔

(۱۲) سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (یونس:۱۸)

وہ ذات، پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ کافر شریک بناتے ہیں۔

(۱۳) قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ

وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے اولاد

هُوَ الْغَنِيُّ ط (یونس: ۶۸)

ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔

(۱۴) وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (یوسف: ۱۰۸)

اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ (ہر عیب سے) پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

(۱۵) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (الرعد: ۱۳)

اور رَعد (فرشتہ) اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور دوسرے فرشتے بھی اس کے ڈر سے تسبیح وتحمید کرتے ہیں۔

ف: علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بجلی کے کڑ کنے کے وقت "سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ" پڑھے گا اس کو بجلی کے نقصان سے حفاظت حاصل ہوگی۔ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب بجلی کی کڑک سنا کرو تو اللہ کا ذکر کیا کرو، بجلی ذکر کرنے والے تک نہیں جا سکتی۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بجلی کی کڑک کے وقت تسبیح کیا کرو، تکبیر نہ کہا کرو۔

(۱۶) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (الحجر: ۹۷، ۹۸، ۹۹)

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (جو نامناسب کلمات آپ کی شان میں) کہتے ہیں ان سے آپ کو دل تنگی ہوتی ہے۔ پس (اس کی پرواہ نہ کیجئے) آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں شامل رہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں، یہاں تک کہ آپ کی وفات کا وقت آوے۔

(۱۷) سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (النحل: ۱)

وہ ذات لوگوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

(۱۸) وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهٗ ط وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ (النحل: ۵۷)

اور وہ اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ ذات اس سے پاک ہے (اور تماشا یہ

ہے کہ) اپنے لئے تو ایسی چیز تجویز کرتے ہیں جس کو خود پسند کرتے ہیں۔

(۱۹) سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی. (بنی اسرائیل: ۱)

(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے وقت مسجدِ حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی (معراج کا قصہ)۔

(۲۰) سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا ○ (بنی اسرائیل: ۴۳)

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ اس سے پاک اور بہت زیادہ بلند مرتبہ ہیں۔

(۲۱) تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ط (بنی اسرائیل: ۴۴)

تمام ساتوں آسمان و زمین اور جتنے (آدمی فرشتے اور جن) ان کے درمیان میں ہیں، سب کے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

(۲۲) وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ط (بنی اسرائیل: ۴۴)

(اور یہی نہیں بلکہ) کوئی چیز بھی (جاندار ہو یا بے جان) ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

(۲۳) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۹۳)

(آپ ان لغو مطالبوں کے جواب میں جو وہ کرتے ہیں) کہہ دیجئے کہ سبحان اللہ! میں تو ایک آدمی ہوں، رسول ہوں (خدا نہیں ہوں کہ جو چاہے کروں)۔

(۲۴) وَیَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۱۰۸)

(ان علماء پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بے شک اس کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔

(۲۵) فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ

پس (حضرت زکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) حجرہ

فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۝ (مریم:۱۱)

میں سے باہر تشریف لائے اور اپنی قوم کو اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

(۲۶) مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ ط (مریم:۳۵)

اللہ جل شانہٗ کی یہ شان (ہی) نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے، وہ ان سب قصوں سے پاک ہے۔

(۲۷) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ج وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی۝ (طٰہٰ:۱۳۰)

(محمد! آپ ان لوگوں کی نامناسب باتوں پر صبر کیجئے) اور اپنے رب کی حمد (وثنا) کے ساتھ تسبیح کرتے رہا کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اول و آخر میں تاکہ آپ (اس ثواب اور بے انتہا بدلے پر جو اُن کے مقابلہ میں ملنے والا ہے بے حد) خوش ہو جائیں۔

(۲۸) یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ۝ (الانبیاء:۲۰)

(اللہ کے مقبول بندے اس کی عبادت سے تھکتے نہیں) شب و روز اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ کسی وقت بھی موقوف نہیں کرتے۔

(۲۹) فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۝ (الانبیاء:۲۲)

اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا، ان سب امور سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (کہ نعوذ باللہ اس کے شریک ہیں یا اس کے اولاد ہے)۔

(۳۰) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط (الانبیاء:۲۶)

یہ (کافر لوگ یہ) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) رحمٰن نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو) اولاد بنایا ہے، اس کی ذات اس سے پاک ہے۔

(۳۱) وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ

ہم نے پہاڑوں کو داؤد (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام)

يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ط (الانبیاء:۷۹)

کے تابع کر دیا تھا کہ ان کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کریں اور (اسی طرح) پرندوں کو (تابع کر دیا تھا کہ وہ بھی حضرت داؤد کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کیا کریں)

(۳۲) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء:۸۷)

(حضرت یونس علیہ السلام نے تاریکیوں میں پکارا) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ سب عیوب سے پاک ہیں، میں بے شک قصوروار ہوں۔

(۳۳) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ (المؤمنون:۹۱)

اللہ تعالیٰ ان سب امور سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

(۳۴) سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ (النور:۱۶)

سبحان اللہ! یہ (لوگ جو کچھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں تہمت لگاتے ہیں) بہت بڑا بہتان ہے۔

(۳۵) يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ○ (النور:۳۶،۳۷)

ان (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ فروخت کرنا۔ وہ ایسے دن (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دِل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی (یعنی قیامت کے دن سے)

(۳۶) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ط كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ط وَاللّٰهُ

(اے مخاطب!) کیا تجھے (دلائل اور مشاہدہ سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین

عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (النور:٤١)
میں ہیں اور (خصوصاً) پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں، سب کو اپنی اپنی دُعا (نماز) اور اپنی اپنی تسبیح (کا طریقہ) معلوم ہے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کو سب کا حال اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں وہ سب معلوم ہے۔

(۳۷) قَالُوْا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا ۝ (الفرقان:١٨)
(قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ ان کافروں کو اور جن کو یہ پوجتے تھے سب کو جمع کر کے ان معبودوں سے پوچھے گا: کیا تم نے ان کو گمراہ کیا تھا؟ تو) وہ کہیں گے: سبحان اللہ! ہماری کیا طاقت تھی کہ آپ کے سوا اور کسی کو کارساز تجویز کرتے، بلکہ یہ (احمق خود ہی بجائے شکر کے کفر میں مبتلا ہوئے) کہ آپ نے ان کو اور ان کے بڑوں کو خوب ثروت عطا فرمائی یہاں تک کہ یہ لوگ (دولت کے نشہ میں شہوتوں میں مبتلا ہوئے اور) آپ کی یاد کو بھلا دیا اور خود ہی برباد ہو گئے۔

(۳۸) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ط وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝ (الفرقان:٥٨)
اور اس ذات پاک پر توکّل رکھئے جو زندہ ہے اور کبھی اس کو فنا نہیں اور اسی کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہئے (یعنی تسبیح وتحمید میں مشغول رہئے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے) کیونکہ وہ پاک ذات اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے (قیامت میں ہر شخص کی مخالفت کا بدلہ دیا جائے گا)۔

(۳۹) وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ (النمل:٨)
اللہ رب العالمین ہر قسم کی کدورت سے پاک ہے۔

(۴۰) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (القصص:٦٨)
اللہ جلّ جلالہٗ ان سب چیزوں سے پاک ہے جن کو یہ مشرک بیان کرتے ہیں اور ان سے بالاتر ہے۔

(۴۱) فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ٥ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ٥ (الروم:١٧، ١٨)

پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت (یعنی رات میں) اور صبح کے وقت اور اسی کی حمد (کی جاتی) ہے تمام آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کی (تسبیح وتحمید کیا کرو) شام کے وقت بھی (یعنی عصر کے وقت بھی) اور ظہر کے وقت بھی۔

(۴۲) سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ (الروم:٤٠)

اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی ذات پاک اور بالاتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کی طرف (منسوب کرکے) بیان کرتے ہیں۔

(۴۳) اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ٥ (السجدۃ:١٥)

پس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

(۴۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ٥ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ٥ (الاحزاب:٤١، ٤٢)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کثرت سے کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(۴۵) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ (سبا:٤١)

(جب قیامت میں ساری مخلوق کو جمع کرکے حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے پوچھیں گے: کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے؟ تو) وہ کہیں گے: آپ (شرک وغیرہ عیوب سے) پاک ہیں، ہمارا تو محض آپ سے تعلق ہے نہ کہ اُن سے۔

(۴۶) سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا (یٰس:٣٦)

وہ پاک ذات ہے جس نے تمام جوڑ کی (یعنی ایک دوسرے کے مقابل) چیزیں پیدا کیں۔

(۴۷) فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ

پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں

كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (یٰس: ۸۳)

ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

(۴۸) فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الصافات: ۱۴۳، ۱۴۴)

پس اگر (یونس علیہ السلام) تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔

(۴۹) سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (الصافات: ۱۵۹)

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

(۵۰) وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝ (الصافات: ۱۶۶)

(فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں) اور سب اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

(۵۱) سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الصافات: ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲)

آپ کا رب جو عزت (وعظمت) والا ہے پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر، اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(۵۲) اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ (صٓ: ۱۸، ۱۹)

ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے (حضرت داؤد علیہ السلام کے) ساتھ شریک ہو کر صبح شام تسبیح کیا کریں، اسی طرح پرندوں کو بھی حکم کر رکھا تھا (جو کہ تسبیح کے وقت) ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور سب (پہاڑ اور پرندے مل کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ) اللہ کی طرف رجوع کرنے والے (اور تسبیح وتحمید میں مشغول ہونے والے) ہوتے ہیں۔

(۵۳) سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (الزمر:٤)
وہ عیوب سے پاک ہے، ایسا اللہ ہے جو اکیلا ہے (کوئی اس کا شریک نہیں) زبردست ہے۔

(۵۴) سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الزمر:٦٧)
وہ ذات پاک اور برتر ہے اس چیز سے جس کو یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔

(۵۵) وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الزمر:٧٥)
آپ (قیامت میں) فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہوں گے اور (اس دن) تمام بندوں کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور (ہر طرف سے) کہا جائے گا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالَم کا پروردگار ہے)۔

(۵۶) اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ (المؤمن:٧)
جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے چاروں طرف ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور حمد کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت اور علم ہر شے کو شامل ہے، پس ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچائیے۔

(۵۷) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ (المؤمن:٥٥)
صبح اور شام (ہمیشہ) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے۔

(۵۸) فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۝
جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں (یعنی مقرب ہیں، مراد فرشتے ہیں) وہ رات دن اس کی تسبیح

(حٰمٓ السجدہ: ٣٨)

کرتے رہتے ہیں، ذرا بھی نہیں اکتاتے۔

(٥٩) وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ط (الشوریٰ: ٥)

اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو زمین میں رہتے ہیں ان کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

(٦٠) وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (الزخرف: ١٣، ١٤)

(اور تم سواریوں پر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی یاد کیا کرو) اور کہو: پاک ہے وہ ذات جس نے ان سواریوں کو ہمارے تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو تابع کر سکتے اور بے شک ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(٦١) سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (الزخرف: ٨٢)

آسمانوں اور زمین کا پروردگار جو مالک ہے عرش کا بھی، پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں۔

(٦٢) وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (الفتح: ٩)

اور تسبیح کرتے رہو اس کی صبح کے وقت اور شام کے وقت۔

(٦٣) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ (ق: ٣٩، ٤٠)

پس ان لوگوں کی (نامناسب باتوں پر) جو کچھ وہ کہیں صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے اور رات میں بھی اس کی تسبیح وتحمید کیجئے اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی تسبیح وتحمید کیجئے۔

(٦٤) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الطور: ٤٣)

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔

(٦٥) سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ

اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے (مجلس سے یا سونے سے) اُٹھنے کے بعد (یعنی

النُّجُوْمِ ○ (طور:۲) تہجد کے وقت) اور رات کے وقت بھی اُس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے (غروب ہونے کے) بعد بھی۔

(۶۶-۶۷) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ○ (الواقعة: ۷۴، ۹۶) پس اپنے اس بڑی عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کیجئے۔

(۶۸) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (الحديد: ۱) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

(۶۹) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (الحشر: ۱) اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب چیزیں جو زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

(۷۰) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ○ (الحشر: ۲۳) اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس چیز سے جس کو یہ شریک کرتے ہیں۔

(۷۱) يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (الحشر: ۲۴) اللہ تعالیٰ شانہٗ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

(۷۲) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (الصف: ۱) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

(۷۳) يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ (الجمعة: ۱) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں، وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے، زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

(۷۴) يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَافِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (التغابن:۱)

اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں، اسی کے لئے ساری سلطنت ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

(۷۵-۷۶) قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ (القلم:۲۸،۲۹)

ان میں سے جو افضل تھا وہ کہنے لگا کہ میں نے تم سے (پہلے ہی) کہا نہ تھا: اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ وہ لوگ کہنے لگے: "سُبْحٰنَ رَبِّنَا" (ہمارا رب پاک ہے)، بیشک ہم خطاوار ہیں۔

(۷۷) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (الحاقة:۵۲)

پس اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہیے۔

(۷۸) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ (الدھر:۲۵،۲۶)

اپنے پروردِگار کا صبح وشام نام لیا کیجئے اور رات کو بھی اس کے لئے سجدہ کیجئے اور رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح کیا کیجئے۔

(۷۹) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ (الاعلیٰ:۱)

آپ اپنے عالی شان پروردِگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

(۸۰) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر:۳)

پس آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے اور اس سے مغفرت طلب کرتے رہئے، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ف: یہ اسیؔ آیات ہیں جن میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ کی تسبیح کا حکم ہے۔ اس کی پاکی بیان کرنے اور اقرار کرنے کا حکم ہے یا اس کی ترغیب ہے۔ جس مضمون کو اللہ مالکُ الملک نے اس اہتمام سے اپنے پاک کلام میں بار بار فرمایا ہو اس کے مُہتم بالشان ہونے میں کیا تردّد

ہوسکتا ہے۔ ان میں سے بہت سی آیات میں تسبیح کے ساتھ دوسرے کلمۂ تحمید یعنی اللہ کی تعریف کرنا، اس کی حمد بیان کرنا اور اسی میں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہنا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے معلوم ہوگیا۔ ان کے علاوہ خاص طور پر اللہ کی تعریف کا بیان جو مفہوم ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کا اور آیات میں بھی آیا ہے اور سب سے اہم یہ کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے پاک کلام کا شروع ہی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" سے ہے۔ اس سے بڑھ کر اس پاک کلمہ کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے قرآنِ پاک کا شروع اس سے فرمایا ہے:

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ (الفاتحة: ۱)

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ ط ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ (الانعام: ۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں کو اور نور کو بنایا، پھر بھی کافر لوگ (دوسروں کو) اپنے ربّ کے برابر کرتے ہیں۔

(۳) فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانعام: ۴۵)

پھر (ہماری گرفت سے) ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے (اس کا شکر ہے) جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۴) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. (الاعراف: ۴۳)

اور (جنّت میں پہنچنے کے بعد) وہ لوگ کہنے لگے: تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچادیا اور ہم کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے اگر اللہ جَلَّ شَانُہٗ ہم کو نہ پہنچاتے۔

(۵) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ

جو لوگ ایسے رسول نبی اُمّی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اِتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس

فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيلِ. (الاعراف:۱۵۷)　　توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

ف: توریت میں جو صفات حضور ﷺ کی نقل کی گئی ہیں ان میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی امت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے۔ چنانچہ ''دُرِّ منثور'' میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

(۶) اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (التوبہ:۱۱۲)

(ان مجاہدین کے اَوصاف جن کے نفوس کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے جنّت کے بدلہ میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ) وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں، اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں، اللہ کی حمد کرنے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں یا اللہ کی رضا کے لئے سفر کرنے والے ہیں، رُکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں (یعنی نمازی ہیں)، نیک باتوں کا حکم کرنے والے ہیں اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں (تبلیغ کرنے والے ہیں) اور اللہ کی حدود کی (یعنی احکام کی) حفاظت کرنے والے ہیں، (ایسے) مومنوں کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے۔

(۷) وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس:۱۰)

اور آخری پکار ان کی یہی ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے)۔

(۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ط (ابراھیم:۳۹)

تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھ کو (دو بیٹے) اسمٰعیل و اسحٰق (علٰی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) عطا فرمائے۔

(۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل:۷۵)

تمام تعریف اللہ ہی کے لئے (پھر بھی وہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے) بلکہ اکثر ان میں سے ناسمجھ ہیں۔

(۱۰) يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ٥ (بنی اسرائیل:۵۲)

جس دن (صُور پھنکے گا اور) تم کو (زندہ کر کے) پکارا جائے گا تو تم مجبوراً اس کی حمد (وثنا) کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے اور (ان حالات کو دیکھ کر) گمان کرو گے (کہ تم دنیا میں اور قبر میں) بہت ہی کم مدت ٹھہرے تھے۔

(۱۱) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ٥ (النحل:۱۱۱)

اور آپ (علی الاعلان) کہہ دیجئے کہ تمام تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب تکبیر (بڑائی بیان) کیا کیجئے۔

(۱۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ٥ (الکهف:۱)

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ (محمد ﷺ) پر کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں کسی قسم کی ذرا سی بھی کجی نہیں رکھی۔

(۱۳) فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ٥ (المؤمنون:۲۸)

(حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب ہے کہ جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ) تو کہنا کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔

(۱۴) وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ٥ (النمل:۱۵)

اور (حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام نے) کہا: تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

(۱۵) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ

آپ (خطبہ کے طور پر) کہیئے: تمام تعریفیں

الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط (النمل:۵۹)

اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا۔

(۱۶) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ط (النمل:۹۳)

اور آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں، وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھاوے گا، پس تم اس کو پہچان لوگے۔

(۱۷) لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (القصص:۷۰)

حمد وثناء کے لائق دنیا اور آخرت میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کے لئے ہے، اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(۱۸) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (العنكبوت:۶۳)

آپ کہیے تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں سمجھتے بھی نہیں۔

(۱۹) وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝ (لقمان:۱۲)

اور جو شخص کفر کرے (ناشکری کرے) تو اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے، تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۰) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (لقمان:۲۵)

آپ کہہ دیجئے: تمام تعریف اللہ کے لئے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں کے جاہل ہیں۔

(۲۱) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ۝ (لقمان:۲۶)

بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى الْاٰخِرَةِ ط (سبا:۱)

تمام تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جس کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اُسی کی حمد (وثنا) ہوگی آخرت میں (کسی دوسرے کی پوچھ نہیں)۔

(۲۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ. (فاطر:١)

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا۔

(۲۴) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (فاطر:١٥)

اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ کے اور وہ بے نیاز ہے اور تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۵) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ○ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ○ (فاطر:٣٤،٣٥)

(جب مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو ریشمی لباس پہنائے جائیں گے) اور کہیں گے: تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کیلئے) رنج دُور کر دیا، بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا، بڑا قدر کرنے والا ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہنچا دیا۔ نہ ہم کو کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی۔

(۲۶) وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الصافات:١٨١،١٨٢)

اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۲۷) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الزمر:٢٩)

تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے (مگر یہ لوگ سمجھتے نہیں) بلکہ اکثر جاہل ہیں۔

(۲۸) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ (الزمر:٧٤)

اور (جب مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو) کہیں گے کہ تمام تعریف اس اللہ کے واسطے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس زمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں۔ نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

(۲۹) فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ

پس اللہ ہی کے لئے تمام تعریف ہے جو

وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الجاثیه: ٣٦) پروردِگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور تمام جہانوں کا پروردِگار ہے۔

(۳۰) وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ○ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (البروج: ٨) (ایک کافر بادشاہ کے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیفیں دینے کا اوپر سے ذکر ہے) اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا، بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کا مستحق ہے، اسی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔

ف: ان آیات میں اللہ کی حمد اور اس کی تعریف کی ترغیب، اس کا حکم، اس کی خبر ہے۔ احادیث میں بھی کثرت سے اللہ کی تعریف کرنے والوں کے فضائل خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنّت کی طرف سب سے پہلے وہ لوگ بلائے جائیں گے جو ہر حال میں راحت ہو یا تکلیف، اللہ کی تعریف کرنے والے ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ درحقیقت تعریف کی مستحق صرف اللہ ہی کی پاک ذات ہے۔ غیر اللہ کی تعریف کیا؟ جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے قبضہ میں نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن افضل بندے وہ ہوں گے جو کثرت سے اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حمد شکر کی اصل اور بنیاد ہے، جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی نعمت پر حمد کرنا اس نعمت کے زائل ہو جانے سے حفاظت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر دنیا ساری کی ساری میری امت میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے تو یہ کہنا اس سب سے افضل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ کوئی نعمت کسی بندہ کو عطا فرماتے ہیں اور وہ اس نعمت پر حمد کرتا ہے تو وہ حمد بڑھ جاتی ہے خواہ نعمت کتنی ہی بڑی ہو۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے آہستہ سے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ" کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ دعا کس نے پڑھی؟ وہ صحابی اس

سے ڈرے کہ شاید کوئی نامناسب بات ہوگئی ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے، اس نے بری بات نہیں کہی۔ تب ان صحابی نے عرض کیا کہ یہ دعا میں نے پڑھی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تیرہ فرشتوں کو دیکھا ہے کہ ہر ایک ان میں سے اس کی کوشش کرتا تھا کہ اس کلمہ کو سب سے پہلے وہ لے جائے اور یہ حدیث تو مشہور ہے کہ جو مہتم بالشان کام بغیر اللہ کی تعریف کے شروع کیا جائے گا وہ بے برکت ہوگا۔ اسی وجہ سے عام طور پر ہر کتاب، اللہ کی تعریف کے ساتھ شروع کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کا بچہ مَر جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچہ کی روح نکال لی؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ نکال لی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا؟ وہ عرض کرتے ہیں: بیشک لے لیا۔ ارشاد ہوتا ہے: پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں: تیری حمد کی اور "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ" پڑھا۔ اِرشاد ہوتا ہے کہ اچھا اس کے بدلے میں جنّت میں ایک گھر اس کے لئے بنادو اور اس کا نام "بیتُ الحمد" (تعریف کا گھر) رکھو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بے حد راضی ہوتے ہیں کہ بندہ کوئی لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیے اور اس پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے۔

تیسرا کلمہ تہلیل تھا یعنی "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنا جس کا مفصل بیان اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے۔ چوتھا کلمہ تکبیر کہلاتا ہے یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا، اس کی بلندی اور عظمت کا اقرار کرنا جس کا مصداق "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہنا بھی ہے وہ ان آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ ان کے علاوہ صرف تکبیر کا یعنی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا بیان بھی بہت سی آیات میں وارد ہوا ہے جن میں سے چند آیات ذکر کی جاتی ہیں:

(١) وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ہ (البقرۃ:١٨٥)	اور تاکہ اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور تاکہ تم شکر کرو اللہ تعالیٰ کا۔

(۲) عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ (الرعد:۹)

وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے، (سب سے) بڑا ہے اور عالی شان رُتبہ والا ہے۔

(۳) كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الحج:۳۷)

اسی طرح اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے (قربانی کے جانوروں کو) تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تم کو ہدایت کی (اور قربانی کرنے کی توفیق دی) اور (اے محمد!) اِخلاص والوں کو (اللہ کی رضا کی) خوش خبری سنا دیجئے۔

(۴-۵) وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ (الحج:۶۲) (لقمان:۳۰)

اور بے شک اللہ جَلَّ شَانُہٗ ہی عالی شان اور بڑائی والا ہے۔

(۶) حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ (سبا:۲۳)

(جب فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو وہ خوف کے مارے گھبرا جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار کا کیا حکم ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ (فلانی) حق بات کا حکم ہوا، واقعی وہ عالی شان اور بڑے مرتبہ والا ہے۔

(۷) فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝ (المؤمن:۱۲)

پس حکم اللہ ہی کے لئے ہے جو عالی شان ہے، بڑے رُتبہ والا ہے۔

(۸) وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (المؤمن:۳۷)

اور اسی (پاک ذات) کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

(۹) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ

وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، (سب عیبوں سے)

الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ (الحشر:۲۳) پاک ہے، (سب نقصانات سے) سالم ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے۔ (یعنی آفتوں سے بچانے والا ہے) زبردست ہے، خرابی کا درست کرنے والا ہے، بڑائی والا ہے۔

ف: ان آیات میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی بڑائی اور عظمت کی ترغیب اور اس کا حکم فرمایا گیا ہے۔ احادیث میں بھی خصوصیت کے ساتھ اللہ کی بڑائی کا حکم، اس کی ترغیب کثرت سے وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب یہ دیکھو کہ کہیں آگ لگ گئی تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو، یہ اس کو بجھا دے گی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ تکبیر کہتا ہے تو (اس کا نور) زمین سے آسمان تک سب چیزوں کو ڈھانک لیتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے تکبیر کا حکم کیا۔ ان آیات واحادیث کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت، اس کی حمد وثنا اور عُلوِّ شان کو مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں بہت سے مختلف الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں ان تسبیحات کے الفاظ ذکر نہیں فرمائے، لیکن مراد یہ تسبیحات ہیں۔ چنانچہ چند آیات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرۃ:۳۷) پس حاصل کر لئے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمے (ان کے ذریعہ سے توبہ کی)، پس اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ ان پر توجہ فرمائی، بیشک وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنے والا، بڑا مہربان۔

ف: ان کلمات کی تفسیر میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، رَبِّ! عَمِلْتُ سُوْءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِي، فَاغْفِرْلِيْ اِنَّكَ اَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، رَبِّ! عَمِلْتُ سُوْءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ. لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، رَبِّ! عَمِلْتُ سُوْءًا وَظَلَمْتُ

نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ . اس قسم کے مضمون کی اور بھی متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جن کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دُرِّ منثور'' میں لکھا ہے اور ان میں تسبیح وتحمید مذکور ہے۔

(۲) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰی اِلَّامِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ؁ (الانعام: ۱۶۰)

جو شخص ایک نیکی لے کر آوے گا اس کو دس گنا اجر ملے گا اور جو شخص برائی لے کر آوے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ف: نبیِ اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کرلے جنّت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں، مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ ایک یہ کہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) ہو جائے گا اور دس گنا ہو جانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی۔ اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' چونتیس مرتبہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' تینتیس مرتبہ، ''سُبْحَانَ اللّٰه'' تینتیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو سَوْ کلمے ہو گئے جن کا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہو گئیں۔ اب ان کی اور دن بھر کی نمازوں کے بعد کی میزان کل دو ہزار پانچ سو نیکیاں ہو گئیں۔ بھلا اعمال تولنے کے وقت ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ کی کس کی ہوں گی جو ان پر غالب آجائیں۔

بندۂ ناچیز کہتا ہے: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں اگرچہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کی ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ ہوں، مگر اِس زمانہ میں ہم لوگوں کی بداعمالیاں روزانہ کی اس سے بھی بدرجہا زائد ہیں، لیکن نبی اکرم ﷺ (رُوحی فِداہ) نے اپنی شفقت سے برائیوں پر نیکیوں کے غالب آجانے کا نسخہ اِرشاد فرما دیا۔ عمل کرنا نہ کرنا بیمار کا کام ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی سہل اور ان کو کرنے والے بہت کم ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سونے کا وقت ہوتا ہے تو

شیطان ان کے پڑھنے سے پہلے ہی سُلا دیتا ہے اور نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ کوئی ایسی بات یاد دلاتا ہے کہ پڑھنے سے پہلے ہی اٹھ کر چلا جاوے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہزار نیکیاں روزانہ کما لیا کرو؟ کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہزار نیکیاں روزانہ کس طرح کمائی جائیں؟ ارشاد فرمایا کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" سوؔ مرتبہ پڑھو ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔

(۳) اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ الْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا۔ (الکہف:۴٦)

مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی ایک رونق (فقط) ہے اور باقیات صالحات (وہ نیک اعمال جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) وہ تمہارے رَبّ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں (کہ ان کے ساتھ امیدیں قائم کی جائیں، بخلاف مال اور اولاد کے کہ ان سے امیدیں قائم کرنا بے کار ہے)۔

(۴) وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی ط وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّاO (مریم:۷٦)

اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھاتا ہے، اور باقیاتِ صالحات تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی۔

ف: اگرچہ باقِیات صالِحات (وہ نیک عمل جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) میں سارے ہی ایسے اعمال داخل ہیں جن کا ثواب ہمیشہ ملتا رہتا ہے، لیکن بہت سی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا مصداق یہی تسبیحیں ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ باقِیات صالحات کو کثرت سے پڑھا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیزیں ہیں؟ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ تکبیر (اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہنا)، تہلیل (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا)، تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا)، تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا) اور "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"۔ دوسری حدیث میں آیا ہے: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو خبردار رہو "سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَکْبَرُ" باقیاتِ صالحات میں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا

ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اپنی حفاظت کا انتظام کر لو۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! کسی دشمن کے حملہ سے جو درپیش ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ جہنم کی آگ سے حفاظت کا انتظام کرو اور وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ" کا پڑھنا ہے کہ یہ قیامت کے دن آگے بڑھنے والے کلمے ہیں (کہ سفارش کریں یا آگے بڑھانے والے ہیں کہ پڑھنے والے کو جنت کی طرف بڑھاتے ہیں) اور پیچھے رہنے والے ہیں (کہ حفاظت کریں)، احسان کرنے والے ہیں اور یہی باقیاتِ صالحات ہیں۔ اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے جن کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "درِ منثور" میں ذکر فرمایا ہے۔

(۵) لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ　　اللہ ہی کے واسطے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔
(الزمر: ٦٣) (الشوریٰ: ١٢)

ف: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے "مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" یعنی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ، يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ، وَهُوَ حَیٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ" ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ "مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ" ہیں اور یہ عرش کے خزانہ سے نازل ہوئی۔ اور بھی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

(۶) اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ط (فاطر: ١٠)　　اسی کی طرف اچھے کلمے پہنچتے ہیں اور نیک عمل اُن کو پہنچاتا ہے۔

ف: کلمۂ طیبہ کے بیان میں بھی اس آیت کا ذکر گذر چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم تمہیں کوئی حدیث سناتے ہیں تو قرآن شریف سے اس کی سند اور تائید بتادیتے ہیں۔ مسلمان جب "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ" پڑھتا ہے تو فرشتہ اپنے پَروں میں نہایت احتیاط

سے ان کلموں کو آسمان پر لے جاتا ہے اور جس آسمان پر گذرتا ہے اس آسمان کے فرشتے اس پڑھنے والے کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اس کی تائید یہ آیت شریفہ "اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ" ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ اللّٰهُ اَکْبَرُ" کے لئے عرش کے گرداگرد ایک بھنبھناہٹ ہے جس میں اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون نقل کیا ہے، اور ایک دوسرے صحابی حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس قسم کا مضمون خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نقل کیا ہے۔

فصلِ دوم

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ.

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں، وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" اور "سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ" ہیں۔

(رواه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجة، كذا في الترغيب)

ف: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں، نہ یاد کرنے میں کوئی دِقت یا دیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئے گا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صحیح بخاری" کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں اِرشادِ نبوی ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کرلیا کرے۔ "سُبْحَانَ اللّٰهِ

وَبِحَمْدِهٖ" سو مرتبہ پڑھ لیا کرے، ہزار نیکیاں ہوجائیں گی۔ اتنے گناہ تو ان شاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہوجائیں گے، خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

(۲) عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَخْبِرْنِىْ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ. فَقَالَ: اِنَّ اَحَبَّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ". (رواه مسلم والنسائى والترمذى، إلا أنه قال: "سُبْحَانَ رَبِّىَ وَبِحَمْدِهٖ" وقال: حسن صحيح، وعزاه السيوطى فى الجامع الصغير إلى مسلم وأحمد والترمذى، ورقم له بالصحة. وفى رواية لمسلم: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ: اَىُّ الْكَلَامِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهٖ اَوْلِعِبَادِهٖ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ". كذا فى الترغيب، قلت: واخرج الأخير الحاكم وصححه على شرط مسلم، وأقره عليه الذهبى و ذكره السيوطى فى الجامع برواية احمد عن رجل مختصرًا ورقم له بالصحة)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ضرور بتاویں، اِرشاد فرمایا "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ"۔ دوسری حدیث میں ہے "سُبْحَانَ رَبِّىَ وَبِحَمْدِهٖ"۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کے لئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" ہے۔

ف: پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں وہ اور ان کے علاوہ (دوسرے فرشتے) سب اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں، ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔

اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہِ الٰہی میں ذکر کیا کہ "نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گذر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمتِ الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے (چر چراتا ہے جیسا کہ چار پائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کے لئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے)۔ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول نہ ہو۔

(۳) عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَالَ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اَوْوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ. وَمَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ، كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَاَرْبَعًا وَّعِشْرِيْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِذًا لَا يَهْلِكُ مِنَّا اَحَدٌ قَالَ: بَلٰى! اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَجِیْءُ بِالْحَسَنَاتِ، لَوْ وُضِعَتْ عَلٰى جَبَلٍ اَثْقَلَتْهُ، ثُمَّ تَجِیْءُ النِّعَمُ فَتَذْهَبُ بِتِلْكَ، ثُمَّ يَتَطَاوَلُ الرَّبُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَحْمَتِهٖ.

(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد، کذا فی الترغیب قلت: و أقرہ علیہ الذھبی)

حضورِ اقدس ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جو شخص "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے اس کے لئے جنّت واجب ہو جائیگی اور جو شخص "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" سومرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہوسکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئیں گے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دَب جائے، لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی، البتہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

ف: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دَب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے

کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور بُرائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہٗ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا، اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر چیز کا ایک حق ہے، اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ "یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ" الحدیث (فی المشکوۃ بروایۃ مسلم، قلت: ورواہ ابو داود و ابن ماجۃ) جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سَو ساٹھ جوڑ ہیں، اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے، یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سونے کے بعد جو مَر جانے کے مشابہ حالت تھی پھر از سرِ نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح وسالم رہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اتنے صدقہ روزانہ کرنے کی طاقت کون رکھتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" کہنا صدقہ ہے۔ راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے؛ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت وآرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسّر ہوتی ہیں وہ مزید برآں۔

قرآنِ پاک میں سورۂ "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں کی صحت، آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں، ان کو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا؟ (یا چوپایوں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ سورۂ بنی اسرائیل میں اِرشاد ہے: "اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝" (کان، آنکھ، دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں کا استعمال کہاں کیا؟) حضور ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بے فکری (جو اللہ کی بڑی دولت ہے) اور صحتِ بدن بھی ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے۔ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ "ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ o" (التکاثر:۸) (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے اِرشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کن نعمتوں کا سوال ہوگا؟ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جَو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسّر نہیں)، وحی نازل ہوئی: کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے؟ کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے؟ یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس آیتِ شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا: یارسول اللہ! کن نعمتوں سے سوال ہوگا؟ کھجور اور پانی، صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بے فکری سے نصیب نہیں ہوتی)۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسّر ہونے والی ہیں۔ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا کہ ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اس میں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی)، اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (جو درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے، جہاں ٹھنڈا پانی میسّر نہیں ہوتا ان سے کوئی اس کی قدر پوچھے۔ یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں، مگر ہم لوگوں کو اس کی نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا، چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق)۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا، یہ ہیں: وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے، وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پریشان ہو کر گھر سے چلے۔ مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بیٹھا

ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں؟ فرمایا کہ بھوک کی بیتابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: واللہ! اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا: یارسول اللہ! بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے، وہ تشریف نہیں رکھتے تھے، بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ابوایوب کہاں گئے ہیں؟ عرض کیا: ابھی حاضر ہوتے ہیں، کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابوایوب رضی اللہ عنہ بھی حاضرِ خدمت ہو گئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا، اس میں کچی اور ادھ کچری بھی ٹوٹ گئیں، چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا: اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں، جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے ادھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا، کچھ سالن تیار لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابوایوب رضی اللہ عنہ کو دیا کہ یہ فاطمہ کو پہنچادو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ دیکھو! یہ اللہ کی نعمتیں ہیں روٹی ہے، گوشت ہے، ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اِرشاد فرمایا: اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا، (جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسّر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اِضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسّر آئیں اور ان پر بھی سوال وحساب ہوگا)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر

ہاتھ ڈالوتو اول "بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھو اور جب کھا چکوتو کہو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ" (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا)۔ اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔

اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابوالہیثم مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گذر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا، بہرا، گونگا بھی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے؟ آپ نے اِرشاد فرمایا کہ کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں: ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے، دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے، تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہوں گی۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا، ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے، اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ، ناک، کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا، بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا۔ جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہوں گے، جہنم کی آگ سامنے ہوگی، اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو، خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی، اور ٹھنڈا

پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا)۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا؟ (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز)۔ جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا؟ (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)۔

(۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! اَقْرِئْ اُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ، وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ". (رواه الترمذي والطبراني في الصغير و الاوسط، وزاد "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" وقال الترمذي: حسن غريب من هذا الوجه، ورواه الطبراني ايضًا باسناد واهٍ من حديث سلمان الفارسي ؓ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ مَرْفُوْعًا: مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ غُرِسَ لَهُ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ. رواه الطبراني واسناده حسن لا بأس به في المتابعات، وَعَنْ جَابِرٍ ؓ مَرْفُوْعًا: مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ شبِ معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی، لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے (درخت) "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگا لے)۔ ایک حدیث میں اس کے بعد "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص "سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ" پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاوے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کو دیکھا کہ

غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ. (رواه الترمذي وحسنه، والنسائي إلا أنه قال شجرة، وابن حبان في صحيحه والحاكم في الموضعين باسنادين، قال في أحدهما: على شرط مسلم وفي الآخر على شرط البخاري، وذكره في الجامع الصغير برواية الترمذي وابن حبان والحاكم، ورقم له بالصحة، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مَرَّ بِهِ وَهُوَ يَغْرِسُ الحديث، رواه ابن ماجة باسناد حسن والحاكم وقال: صحيح الاسناد. كذا في الترغيب، وعزاه في الجامع إلى ابن ماجة والحاكم ورقم له بالصحة. قلت: وفي الباب من حديث أبي أيوب رضي الله عنه مرفوعا، رواه أحمد باسناد حسن و ابن أبي الدنيا و ابن حبان في صحيحه ورواه ابن أبي الدنيا والطبراني من حديث ابن عمر أيضا مرفوعا مختصرا، إلا أن في حديثهما الحوقلة فقط، كما في الترغيب. قلت: وذكر السيوطي في الدر حديث ابن عباس مرفوعا بلفظ حديث ابن مسعود رضي الله عنه، وقال: أخرجه ابن مردويه، ذكر ايضا حديث ابن مسعود رضي الله عنه. وقال: أخرجه الترمذي وحسنه والطبراني وابن مردويه: قلت: وذكره في الجامع الصغير برواية الطبراني ورقم له بالصحة وذكر في مجمع الزوائد عدة روايات في معنى هذا الحديث)۔

ایک پودا لگا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا: کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: درخت لگا رہا ہوں۔ اِرشاد فرمایا: بہترین پودے جو لگائے جاویں "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" ہر کلمہ سے ایک درخت جنّت میں لگتا ہے۔

ف: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم خلیلُ اللّٰہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ والسلامُ نے سلام بھیجا ہے، اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہئے کہ حضرت خلیلُ اللّٰہ کے سلام کے جواب میں "وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" کہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ جنّت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں: اوّل یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے، جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ۔ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مَسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح و راحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیّا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاوے گا، اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشوونما پاتا رہے گا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے، باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنّت کو چٹیل میدان فرمایا ہے، اور جن احادیث میں جنّت کا

حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنّت میں ہر قسم کے میوے، باغ، درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے، بلکہ جنّت کے معنی ہی باغ کے ہیں۔ اس لئے بظاہر اِشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے، لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ فرمائی ہے کہ جنّت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب اِن اعمال کی وجہ سے، اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصّہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے، اس میں بہت سے حصّہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصّہ خالی پڑا ہوا ہے۔ جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کرے گا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد جو "اَلْکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ"[1] میں نقل کیا گیا ہے کہ اس کے سارے درخت پنیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمالِ خیر کرتا رہتا ہے اُتنا ہی اُس کے حصّہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔

(۵) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ هَالَهُ اللَّیْلُ اَنْ یُّكَابِدَهٗ اَوْ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَهٗ اَوْ جَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّقَاتِلَهٗ، فَلْیُكْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ؛ فَاِنَّهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ جَبَلِ ذَهَبٍ یُّنْفِقُهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. (رواہ الفریابی والطبرانی واللفظ لہ، وھو حدیث غریب ولا بأس باسنادہ ان شاء اللّٰہ، کذا فی الترغیب، وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی،

حضور ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہئے کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" کثرت سے پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

---

[1] یہ عربی میں ترمذی شریف کی شرح ہے۔

وفیه سلیمان بن احمد الواسطی وثقه عبدان، وضعّفهٗ الجمهور، والغالب علی بقیة رجاله التوثیق. وفی الباب عن أبی هریرة ﷺ مرفوعًا، أخرجه ابن مردویه وابن عباس أیضًا عند ابن مردویه کذا فی الدر) ۔

ف: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے، آخرت کا فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے، پھر بھی کچھ کمانہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے؟ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گذر چکا ہے۔

(۶) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ. (رواہ مسلم و ابن ماجة والنسائی، و زاد وهن من القران، و رواه النسائی أیضاً وابن حبان فی صحیحه من حدیث أبی هریرة، کذا فی الترغیب،وعزا السیوطی حدیث سمرة الی أحمد أیضًا ورقم له بالصحة وحدیث أبی هریرة إلی مسند الفردوس للدیلمی ورقم له أیضًا بالصحة).

حضور ﷺ کا ارشاد ہے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں: "سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

ف: یعنی قرآنِ پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم، ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْفُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: قَدْ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ

حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ فقراء مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ مالدار سارے

بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَ النَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ، فَقَالَ: مَاذَاكَ؟ قَالُوْا: يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَ تَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰی، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَ تَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ مَرَّةً. قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ: فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالُوْا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا، فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ. (متفق عليه وليس قول ابی صالح الی آخره إلا عند مسلم، وفی رواية للبخاری "تُسَبِّحُوْنَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا، وَ تُحَمِّدُوْنَ عَشْرًا، وَتُكَبِّرُوْنَ عَشْرًا بَدَلَ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ" كذافی المشكوة. وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ بنحو هذا الحديث وفيه: اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً، وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ،

بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آ گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیوں؟ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی، اور مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں، غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو، ان حضرات نے شروع کر دیا، مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے، انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقراء دوبارہ حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے، اس

قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَأْتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهُ، يَكُوْنُ لَهُ فِيْهَا اَجْرٌ؟ الحديث أخرجه أحمد و في الباب عن أبي الدرداء عند أحمد)

کوکون روک سکتا ہے؟ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا، اس میں حضور ﷺ کا اِرشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے، "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے، بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعجب سے عرض کیا: یارسول اللہ! بیوی سے ہم بستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر حرام میں مبتلا ہو تو گناہ ہو گا یا نہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور ہو گا۔ اِرشاد فرمایا: اسی طرح حلال میں صدقہ اور اَجر ہے۔

ف: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے، اسی قصہ کی ایک دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہم بستری اپنی شہوت کا پورا کرنا ہے حضور ﷺ کا یہ جواب نقل کیا گیا ہے: بتاؤ، اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اس کی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مر جائے، کیا تم ثواب کی امید رکھتے ہو؟ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیوں تم نے اس کو پیدا کیا؟ تم نے اس کو ہدایت کی تھی؟ تم نے اس کو روزی دی تھی؟ بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، اسی نے ہدایت دی ہے، وہی روزی عطا کرتا ہے۔ اسی طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو، پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اس کو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے کہ اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

(۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ، وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ، فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ، وَقَالَ

حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللّٰهِ" تینتیس مرتبہ۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" تینتیس مرتبہ۔ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" تینتیس مرتبہ اور ایک مرتبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ

تَمَامُ الْمِائَةِ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. (رواه مسلم، كذا في المشكوة، وكذا في مسند أحمد)

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' پڑھے۔اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جھاگ۔

ف: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گذر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔اس حدیث میں تین کلمے تینتیس ۳۳، تینتیس ۳۳ مرتبہ اور ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ'' ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے تینتیس، تینتیس مرتبہ اور ''اَللّٰـهُ اَكْبَرُ'' چونتیس مرتبہ آرہا ہے۔حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' ہر ایک کو تینتیس مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ایک انصاری نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس ۲۵ مرتبہ کرلو اور ان کے ساتھ ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پچیس ۲۵ مرتبہ اضافہ کرلو، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کرلیا جائے۔ایک حدیث میں ''سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں دس ۱۰، دس ۱۰، مرتبہ وارد ہوا ہے۔ایک حدیث میں ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' دس ۱۰ مرتبہ، باقی تینوں کلمے ہر ایک تینتیس ۳۳ مرتبہ۔ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے سو ۱۰۰، سو ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ ''حِصْنِ حَصِین'' میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے۔یہ اختلاف بظاہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں، جو لوگ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی، اور جو لوگ فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار، لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اس میں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

(۹) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْفَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ: ثَلٰثٌ وَثَلٰثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَثَلٰثٌ وَ ثَلٰثُوْنَ تَحْمِيْدَةً، وَاَرْبَعٌ وَثَلٰثُوْنَ تَكْبِيْرَةً.

حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، تینتیس ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، چونتیس ۳۴ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۔

(رواه مسلم كذا في المشكوة و عزاه السيوطي في الجامع إلى أحمد و مسلم والترمذي والنسائي ورقم له بالضعف، وفي الباب عن أبي الدرداء عند الطبراني)

ف: ان کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے ان کو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تینتیس ۳۳، تینتیس ۳۳ بار، اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ چونتیس ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

(۱۰) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضي الله عنه رَفَعَهُ: اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّعْمَلَ كُلَّ يَوْمٍ مِثْلَ اُحُدٍ عَمَلًا؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ؟ قَالَ: كُلُّكُمْ يَسْتَطِيْعُ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا ذَا؟ قَالَ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ" اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ. (للكبير والبزار كذا في جمع الفوائد، إليهما عزاه في الحصن ومجمع الزوائد

حضورِ اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ اُحد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اس کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کا

وقال: رجالها رجال الصحیح) ثواب اُحد سے زیادہ ہے، "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اُحد سے زیادہ ہے، "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کا احد سے زیادہ ہے، "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کا اُحد سے زیادہ ہے۔

ف: یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب احد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا، نامعلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کا ثواب آدھی ترازو ہے، اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اس کو پُر کر دیتی ہے اور "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد نقل کیا گیا ہے کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" مجھے ہر اُس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے، پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و اِنس وغیرہ لشکر در قطار۔ ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعتِ ملکی اور عمومِ سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے اِرشاد فرمایا کہ مومن کے اعمال نامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ سَلَامٍ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: بَخٍ بَخٍ!! خَمْسٌ مَا اَثْقَلَهُنَّ فِی الْمِیْزَانِ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ یُتَوَفّٰی لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فَیَحْتَسِبُهٗ.

ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ!! پانچ چیزیں (اعمالنامہ تُلنے کی) ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور وہ بچہ جو مر جائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

(الحدیث أخرجه أحمد في مسنده، ورجاله ثقات كما في مجمع الزوائد، والحاكم وقال: صحیح الاسناد،

و اقره عليه الذهبي، وذكره في الجامع الصغير برواية البزار عن ثوبان، وبرواية النسائي وابن حبان والحاكم عن أبي سلمى، وبرواية أحمد عن أبي أمامة، ورقم له بالحسن. وذكره في مجمع الزوائد برواية ثوبان و أبي سلمى راعي رسول الله ﷺ، وسفينة، ومولى لرسول الله ﷺ لم يسم، وصحح بعض طرقها)

ف: یہ مضمون کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بخ بخ!! بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے۔ جس چیز کو حضورِ اقدس ﷺ اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرما رہے ہوں، عطا فرما رہے ہوں، کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مر مٹیں کہ حضور ﷺ کی اس خوشی کی قدر دانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

(۱۲) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ رضي الله عنه عَنْ رَّجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: قَالَ نُوْحٌ لِّابْنِهٖ: اِنِّيْ مُوْصِيْكَ بِوَصِيَّةٍ، وَقَاصِرُهَا لِكَيْ لَا تَنْسَاهَا، اُوْصِيْكَ بِاثْنَتَيْنِ وَاَنْهَاكَ عَنِ اثْنَتَيْنِ: اَمَّا الَّتِيْ اُوْصِيْكَ بِهِمَا فَيَسْتَبْشِرُ اللّٰهُ بِهِمَا وَصَالِحُ خَلْقِهٖ وَهُمَا يُكْثِرَانِ الْوُلُوْجَ عَلَى اللّٰهِ، اُوْصِيْكَ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَوْ كَانَتَا حَلْقَةً قَصَمَتْهُمَا وَلَوْ كَانَتَا فِيْ كِفَّةٍ وَزَنَتْهُمَا، وَاُوْصِيْكَ بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ؛ فَاِنَّهُمَا صَلٰوةُ الْخَلْقِ، وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ "وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا" ٥ (بني اسرائيل:٤٤) وَاَمَّا اللَّتَانِ اَنْهَاكَ عَنْهُمَا، فَيَحْتَجِبُ اللّٰهُ مِنْهُمَا وَصَالِحُ

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیّت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیّت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں۔ جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے، ان دو میں سے ایک "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین ایک حلقہ ہو جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے

خَلْقِهٖ: اَنْهَاكَ عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ. (رواه النسائی واللفظ لهٗ، والبزار والحاکم من حدیث عبد اللّٰه بن عمرو، وقال: صحیح الاسناد، کذا فی الترغیب وقلت: وقد تقدم فی بیان التهلیل حدیث عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما مرفوعًا وتقدم فیه أیضاً ما فی الباب وتقدم فی الآیات قوله عزاسمه" وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (الآیة). وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَّابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَّاَبُوالشَّیْخِ فِی الْعَظَمَةِ عَنْ جَابِرٍ مَّرْفُوْعًا "اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِهٖ نُوْحٌ اِبْنَهٗ اِنَّ نُوْحًا قَالَ لِابْنِهٖ: یَا بُنَیَّ: اٰمُرُكَ اَنْ تَقُوْلَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَاِنَّهَا صَلٰوةُ الْخَلْقِ وَتَسْبِیْحُ الْخَلْقِ وَبِهَا یُرْزَقُ الْخَلْقُ" وَاَخْرَجَ احمد وابن مردویه عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا "اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لِابْنَیْهِ: اٰمُرُکُمَا: بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، فَاِنَّهَا صَلٰوةُ کُلِّ شَیْءٍ وَبِهَا یُرْزَقُ کُلُّ شَیْءٍ" کذا فی الدر)

میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دیجاتی ہے۔ کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو، مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبّر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہوتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

ف: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گذر چکا ہے، تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گذر چکا ہے: "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ" قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنی۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی جماعت پر گذر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کو منبر اور کرسیاں نہ بناؤ، بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے۔ کسی نے عرض کیا: آپ اس کی تسبیح سمجھتے ہیں؟

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو، وہ پیالہ اس کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سنی۔ اس کے بعد یہ پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اسی طرح کیا گیا، انہوں نے بھی سنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جائے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہ گار ہے، اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیز بدرجۂ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہئے تھی۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضورِ اقدس ﷺ کے فیضِ صحبت اور انوارِ قُرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی، سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح، ان کا کلام، ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں، لیکن محقّقین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیلِ کمال ہے نہ موجبِ قُرب، کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے، خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے محقّقین اس کو غیر اہم سمجھتے ہیں، بلکہ اس لحاظ سے مُضِر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اس میں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے۔ مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورتِ کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چندروز کے لئے اہتمام سے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے۔ اس کے عِلاوہ یہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کے لئے تکدّر کا سبب ہوتا ہے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''میزانُ الکبریٰ'' میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ، مکروہ فعل ہے یا خلافِ اَولیٰ، جیسا کہ حِسّی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی

جامع مسجد کے وضوخانہ میں تشریف فرما تھے، ایک جوان وضو کر رہا تھا۔ اس کے وضو کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا، اس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے، اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زِنا نہ کیا کر، بہت بُرا عیب ہے۔ اس وقت اس نے بھی زِنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو ولعب کا پانی گر رہا ہے۔ اس کو بھی نصیحت فرمائی، اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اس کے بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مُطّلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے دعا قبول فرمالی اور یہ چیز زائل ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مُستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا، کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور مُتعفّن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے؟ مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجا نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے، اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردّد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصّہ ملتا ہے وہ اس حصّہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

(۱۳) عَنْ اُمِّ هَانِیءٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: مَرَّبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ، اَوْ كَمَا قَالَتْ، فَمُرْنِیْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ، وَاَنَا جَالِسَةٌ، قَالَ سَبِّحِی اللّٰهَ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ، فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ رَقَبَةٍ تُعْتِقِيْنَهَا مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ علیہ السلام، وَاحْمَدِی اللّٰهَ مِائَةَ تَحْمِيْدَةٍ، فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ فَرَسٍ مُسْرَجَةٍ مُلْجَمَةٍ تَحْمِلِيْنَ عَلَيْهَا فِیْ

حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں۔ کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "سُبْحَانَ اللّٰهِ" سو مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" سو مرتبہ پڑھا کرو، اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع

سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَكَبِّرِى اللّٰهَ مِائَةَ تَكْبِيْرَةٍ، فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ بَدَنَةٍ مُقَلَّدَةٍ مُتَقَبَّلَةٍ، وَهَلِّلِى اللّٰهَ مِائَةَ تَهْلِيْلَةٍ. قَالَ اَبُوْخَلْفٍ: اَحْسِبُهُ قَالَ: "تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلَا يُرْفَعُ لِاَحَدٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِمَّا يُرْفَعُ لَكِ اِلَّا اَنْ يَّأْتِىَ بِمِثْلِ مَا اَتَيْتِ". (رواه أحمد باسناد حسن، واللفظ له، والنسائي ولم يقل ولا يرفع إلى اخره، والبيهقي بتمامه وابن أبي الدنيا فجعل ثواب الرقاب في التحميد والفرس في التسبيح، وابن ماجة بمعناه باختصار، والطبراني في الكبير بنحو أحمد ولم يقل احسبه. وفي الأوسط باسناد حسن بمعناه كذا في الترغيب باختصار. قلت: رواه الحاكم بمعناه وصححه، و عزاه في الجامع الصغير إلى أحمد والطبراني والحاكم ورقم له بالصحة، و ذكره في مجمع الزوائد بطرق وقال: أسانيد هم حسنة. وفي الترغيب أيضاً عن أبي أمامة مرفوعًا بنحو حديث الباب مختصرًا. وقال: رواه الطبراني ورواته رواة الصحيح خلا سليم بن عثمان الفوزى يكشف حاله؛ فانه لايحضرني الآن، فيه جرح ولاعدالة. وفي الباب عن سلمى أم بنى أبي رافع قالت: يا رسول الله! أخبرني بكلمات ولاتكثر على الحديث مختصرًا، وفيه التكبير والتسبيح عشرًا عشرًا واللّهم اغفرلي عشرًا. قال المنذرى: رواه الطبراني ورواته محتج بهم في الصحيح. قلت: وبمعناه عَنْ عَمْرِ و بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ مَرْفُوْعًا بِلَفْظٍ "مَنْ سَبَّحَ لِلّٰهِ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَ مِائَةً بِالْعَشِىِّ، كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ" الحديث وجعل فيه التحميد كمن حمل على مائة فرس، والتهليل كمن اعتق

سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" سو مرتبہ پڑھا کرو، یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہو گئے اور "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے، اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے، زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" دس مرتبہ پڑھا کرو، اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے۔ پھر "سُبْحَانَ اللّٰهِ" دس مرتبہ کہا کرو، اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے، پھر "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ" دس مرتبہ پڑھا کرو، حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس مرتبہ تم "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ" کہو دس مرتبہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کر دی۔

مائة رقبة من ولد اسمعیل ذکره فی المشکوة برواية الترمذی وقال: حسن غريب)

ف: ضعفاء اور بوڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس ﷺ نے تجویز فرما دی ہے۔ دیکھیے! ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے، نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِ سُلَیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" دس، دس مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اس کے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو، حق تعالیٰ شانہٗ اس دعا پر فرماتے ہیں: ہاں ہاں، میں نے قبول کی کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے، دن بھر ہم لوگ بکواس میں گذار دیتے ہیں، تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی کے ساتھ زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہوئے اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آ جائے۔

(۱۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ، يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِكُمْ، فَيَحُفُّوْنَهَا بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَآءِ، فَاِذَا تَفَرَّقُوْا، عَرَجُوْا وَ صَعِدُوْا اِلَی السَّمَآءِ، فَيَسْئَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ: مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ، يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنے والے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں۔ جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ باوجود یہ کہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں

وَيَحْمَدُوْنَكَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ رَاَوْنِيْ؟
فَيَقُوْلُوْنَ: لَا، فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ؟
فَيَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ
عِبَادَةً، وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا، وَاَكْثَرَ لَكَ
تَسْبِيْحًا، فَيَقُوْلُ: فَمَا يَسْأَلُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ:
يَسْأَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُ: وَهَلْ
رَاَوْهَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا، فَيَقُوْلُ: فَكَيْفَ
لَوْ رَاَوْهَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا
كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَاَشَدَّ لَهَا
طَلَبًا، وَاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً. قَالَ: فَمِمَّ
يَتَعَوَّذُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ
النَّارِ، فَيَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ:
لَا، فَيَقُوْلُ: فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ:
لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا،
وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، فَيَقُوْلُ: اُشْهِدُكُمْ
اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، فَيَقُوْلُ مَلَكٌ مِنَ
الْمَلَائِكَةِ: فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، اِنَّمَا جَاءَ
لِحَاجَةٍ، قَالَ: هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ
جَلِيْسُهُمْ.

(رواه البخاري ومسلم والبيهقي في الاسماء والصفات كذا في الدر والمشكوة)

سے آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے۔ ارشاد ہوتا ہے: کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں: یا اللہ! دیکھا تو نہیں، ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے، ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ عرض کرتے ہیں کہ وہ جنّت چاہتے ہیں۔ اِرشاد ہوتا ہے: کیا انہوں نے جنّت کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں، ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنّا اور اس کی طلب میں لگ جاتے، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں کہ جہنّم سے پناہ مانگ رہے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے جہنّم کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: اگر دیکھتے تو کیا ہوتا؟ عرض کرتے ہیں: اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اچھاتم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے: یااللہ! فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔ (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)۔

ف: اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنے والی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے، ان کا ذکر سنتی ہے۔ چنانچہ پہلے باب کی حدیث نمبر ۸ میں یہ مضمون گذر چکا ہے اور اس میں یہ گذر چکا ہے کہ فرشتوں سے تفاخر کے طور پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کا ذکر کیوں فرماتے ہیں۔ فرشتہ کا یہ عرض کرنا کہ ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے، لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ارشاد ہے: "يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝" (التوبہ:۱۱۹) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو)۔ صوفیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ساتھ رہو اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر ان لوگوں کے ساتھ رہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ جو وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں۔ ہاتھ پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر کام اللہ کی رضا اور محبت کے ذیل

میں ہوتا ہے۔اس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔صوفیہ کے احوال اور ان کے واقعات جو کثرت سے تواریخ میں موجود ہیں، وہ اس کے شاہدِ عدل ہیں اور وہ اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کے انکار کی بھی گنجائش نہیں۔ایک رسالہ اس باب میں ''نزہۃ البساتین'' کے نام سے مشہور ہے جس سے اس قسم کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔اس مجمع میں محبتِ الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محبّ کون ہے؟ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ چپ رہے، ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔اس پر انہوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو، دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اس کے دل کو انوارِ ہیبت نے جلا دیا ہو۔اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو، اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔گویا حق تعالیٰ شانہٗ ہی اس کی زبان سے کلام فرماتا ہے، اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے، اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ، اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا، پینا، سونا، جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔نہ دنیا کا رسم ورواج قابلِ التفات رہتا ہے، نہ لوگوں کی طعن وتشنیع قابلِ وقعت۔

حضرت سعید بن المسیَّب رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی ہیں، بڑے محدثین میں شمار ہیں ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابی وَدَاعہ رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا: کہاں تھے؟ عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔فرمایا: ہم کو خبر نہ کی، ہم بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا، فرمایا: دوسرا نکاح کر لیا؟ میں نے عرض کیا: حضرت مجھ سے کون نکاح کرے گا؟ دو تین آنے کی میری حیثیت ہے، آپ نے فرمایا: ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا۔(اتنی مقدار مہر کی ان کے نزدیک

جائز ہوگی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے، حنفیہ کے نزدیک ڈھائی[1] روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی۔ خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگو، کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہوگئی۔ میرا روزہ تھا، مغرب کے وقت روزہ افطار کیا، نماز کے بعد گھر آیا، چراغ جلایا، روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا، اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا: سعید ہے۔ میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آکر دیکھا کہ سعید بن المسیَّب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، میں نے عرض کیا: آپ نے مجھے نہ بلالیا؟ فرمایا: میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا: کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے، تنہا رات کو سونا مناسب نہیں، اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے، وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعید نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا۔ کہنے لگے: واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آگئیں اور کہنے لگیں: اگر تین دن تک تو نے اس کو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت، قرآن شریف کی بھی حافظہ اور سنتِ رسول سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔

ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعید میرے پاس آئے، نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا، میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا: اس آدمی کو کیسا پایا؟ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں، دشمن

[1] چاندی کے روپے مراد ہیں۔ (حنفیہ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے اور ایک درہم کی مقدار ۳ ماشہ ایک رتی اور ۱/۵ رتی چاندی کے برابر ہے)۔ از مصحح

جلیں۔ فرمایا: اگر کوئی بات نا گوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا۔ میں واپس آ گیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولیٔ عہد بھی تھا مانگا تھا، مگر حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، كُتِبَتْ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَمَنْ اَعَانَ عَلٰى خُصُوْمَةِ بَاطِلٍ لَمْ يَزَلْ فِىْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ، وَمَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهٗ دُوْنَ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰهَ فِىْ اَمْرِهٖ، وَمَنْ بَهَتَ مُؤْمِنًا اَوْ مُؤْمِنَةً حَبَسَهُ اللّٰهُ فِىْ رَدْغَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ وَ لَيْسَ بِخَارِجٍ. (رواه الطبراني في الكبير والأوسط، ورجالهما رجال الصحيح. كذا في مجمع الزوائد، قلت: أخرجه أبوداود بدون ذكر التسبيح فيه)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔ اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصہ میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے، اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن "رَدْغَۃُ الْخَبَال" میں قید کیا جائے گا، یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

ف: ناحق کی حمایت آج کل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے، پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں، اللہ کی ناراضگی ہو، اس کا عتاب ہو، مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنے والے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں، یہ بھی نہیں، بلکہ ہر طرح

سے اس کی حمایت کریں گے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی، ظلم کیا، عیاشی کی اس کے حوصلے بلند کریں گے، اس کی ہر طرح مدد کریں گے، کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضا؟ یہی ہے دین داری؟ اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عَصَبِیَّت پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عَصَبِیَّت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔ "ردغۃ الخبال" وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے۔ کس قدر گندی اور اَذِیّت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو، دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے، اس وقت آنکھیں کھلیں گی، ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا، لیکن اس کی وجہ سے جہنّم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضے بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنّم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے، پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزِش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلاوے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدِّثین میں ہیں اور تابعی ہیں، انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا: کیا بات ہے؟ فرمانے لگے: مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو، اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہو گئی ہو جس کو میں نے

سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

(۱۶) عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ ﷺ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ بِاٰخِرِهٖ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ۔ فَقَالَ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّكَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَا کُنْتَ تَقُوْلُهٗ فِیْمَا مَضٰی، قَالَ: کَفَّارَةٌ لِّمَا یَکُوْنُ فِی الْمَجْلِسِ.

(رواه ابن أبي شيبة و أبو داود والنسائي والحاكم و ابن مردويه، كذا في الدر وفيه أيضًا برواية ابن أبي شيبة عن أبي العالية بزيادة "عَلَّمَنِيْهِنَّ جبرئيل ﷺ")

حضورِ اقدس ﷺ کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے تو "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ" پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور ﷺ کا ہے، پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے۔ اس میں حضورِ اقدس ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتائے ہیں۔

ف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب بھی مجلس سے اٹھتے تو "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبِّیْ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ" پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اس کو پڑھ لیا کرے تو مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں، بے کار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں۔ کتنی مختصر دعا ہے اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

(۱۷) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ

حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی

مِنْ جَلاَ لِ اللّٰهِ مِنْ تَسْبِيْحِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ ، يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ ، لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يَذْكُرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ ، اَلَا يُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ لَا يَزَالَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ شَيْءٌ يَذْكُرُبِهٖ. (رواه أحمد والحاكم وقال: صحيح الاسناد، قال الذهبي: موسى بن سالم، قال أبو حاتم: منكر الحديث، ولفظ الحاكم: "كدوي النحل يقلن لصاحبهن" وأخرجه بسند آخر وصححه على شرط مسلم، وأقره عليه الذهبي وفيه: "كَدَوِيِّ النَّحْلِ يَذْكُرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ")

"سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکرِ خیر کرتا رہے۔

ف: جو لوگ حکام رس ہیں، کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں، وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجیے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکرِ خیر آ جائے پھولے نہیں سماتے، دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے، حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے۔ جائدادیں فروخت کر کے، سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مفت کی عداوتیں مول لی جاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے، اس کے بالمقابل اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے عرش پر تذکرہ، مالکُ الملک کے حضور میں تذکرہ، اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین و دنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے۔ اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دِل ہیں، حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں، نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے۔ سارے جہان کے تمام آدمی، حاکم و محکوم، بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور مالِکُ المُلک نہ چاہے تو کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ

پانی کا نہیں پلاسکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکرِ خیر ہو، کوئی دولتِ دنیا کی اس کا مقابلہ کرسکتی ہے؟ کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اس کی برابری کرسکتی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں؟

(۱۸) عَنْ يُسَيْرَةَ رضي الله عنها وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ، قَالَتْ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ، وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ؛ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ، وَلَا تَغْفُلْنَ فَتُنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ. (رواه الترمذی و أبو داود، كذا في المشكوة، وفي المنهل أخرجه أيضاً أحمد والحاكم. وقال الذهبی فی تلخيصه: صحيح، كذا رقم له بالصحة فی الجامع الصغير وبسط صاحب الاتحاف فی تخريجه، وقال عبدالله بن عمرو "ورأيتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ" رواه أبوداود والنسائی والترمذی وحسنه الحاكم، كذا فی الاتحاف وبسط فی تخريجه، ثم قال: قال الحافظ: معنى العقد المذكور فی الحديث احصاء العدد، وهو اصطلاح العرب بوضع بعض الانامل على بعض عقد انملة اخرى، فالاحاد والعشرات باليمين والمئون والألاف باليسار.)

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا) اور تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا) مثلاً "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ" پڑھنا، یا "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ" کہنا لازم کرلو، اور انگلیوں پر گِنا کرو اس لئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاوے گا (اور ان سے جواب طلب کیا جائے گا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی، اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جاؤ گی۔

ف: قیامت میں آدمی کے بدن سے، اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصۂ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا نا جائز اور برے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے: ایک جگہ ارشاد ہے: "يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ

وَ اَیۡدِیۡهِمۡ" الایۃ (النور: ٢٤) جس روز ان کے خلاف گواہی دیں گی ان کی زبانیں اوران کے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جن کو یہ کرتے تھے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "وَیَوۡمَ یُحۡشَرُ اَعۡدَآءُ اللّٰهِ اِلَی النَّارِ" الآیۃ (حٰمٓ السجدہ: ١٩) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنّم کی طرف جمع کئے جائیں گے، پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جائے گا، پھر سب کے سب اس جہنّم کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں، ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دیں گے (اور بتائیں گی) کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے۔ اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے)۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی، اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کرے گا کہ میں نے گناہ نہیں کئے، اس سے کہا جائے گا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں، وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جاوے گا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دے گی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گذرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گذرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ ماررہا ہو کہ وہ کبھی اِدھر گرتا ہے کبھی اُدھر۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا! اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گذر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا۔ وہ اس کا وعدہ کرے گا کہ میں سچ سچ سب بتادوں گا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا! سیدھا کھڑا ہوجا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گذر جائے گا اور پار ہوجانے کے بعد اس سے پوچھا جائے گا کہ اچھا! اب بتا۔ وہ

سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کر دیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کر دے گا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا، فرشتے کہیں گے کہ اچھا! اگر ہم نے گواہ پیش کر دیئے تو وہ اِدھر اُدھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں۔ اس کو خیال ہوگا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے، سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ، تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کریں گے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بے شک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں، تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کر دی۔

غرض ان وُجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تا کہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں۔ اسی لئے حضورِ اقدس ﷺ نے اس حدیثِ بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشاناتِ قدم بھی گواہی دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہو گئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جس کی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہو جائے فوراً توبہ سے اس کو محو کر ڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ باب دوم فصل سوم حدیث نمبر ۳۳ کے تحت گذر چکا ہے اور نیکیاں اعمال ناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم ﷺ کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔ اس کے بعد حدیثِ بالا میں اللہ کے ذِکر سے غفلت پر رحمتِ الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو، میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کروں گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے: "وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ

الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝" (الزخرف:۳۷) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلّط کر دیتے ہیں۔ پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب ان لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریکِ حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی، پینے میں بھی، سونے میں بھی، لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ جب اس کو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" اِلیٰ آخر السورۃ (المنافقون:۹) اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت) عطا کر رکھا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آجانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے، بھلا یا برا، ویسا ہی پاؤ گے) اللہ جل شانہٗ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنون شخص ہے، لڑکے اس کے ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلّط کر دیا۔ میں نے کہا: یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں،

کہنے لگا: کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا: شبلی! اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے، اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں درِ دِفراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا۔

خِيَالُكَ فِيْ عَيْنِيْ وَذِكْرُكَ فِيْ فَمِيْ وَمَثْوَاكَ فِيْ قَلْبِيْ فَاَيْنَ تَغِيْبُ

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانا میرا دل ہے، پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" تلقین کیا، فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو)۔ حضرت مُمشاد دِینوری رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی: حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو (جنّت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے: تیس برس سے جنّت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے، ایک دفعہ بھی تو (اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) اِدھر توجّہ نہیں کی ہے۔ حضرت رُوَیم رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے: میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت تھا۔ کسی شخص نے کوئی بات پوچھی، آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ کہنے لگے: پچانوے برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے، مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ، مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

(۱۹) وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى

اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت

الصُّبْحَ وَ هِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ، قَالَ: مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَبِحَمْدِهٖ، عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ. (رواه مسلم كذا في المشكوة، قال القاری: وكذا اصحاب السنن الأربعة، وفی الباب عن صفية قالت: دخل علی رسولُ اللّٰه عليه وسلم وبين يدی أربعة آلاف نواة أسبّح بهن الحديث. اخرجه الحاكم وقال الذهبی صحيح)

ان کے پاس سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مُصلّے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضور ﷺ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے وقت) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا؟ عرض کیا: جی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے، اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں، وہ کلمے یہ ہیں: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ" "اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اس کی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق"۔

وَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رضي الله عنه، اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى امْرَاَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى اَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهٖ، فَقَالَ: اَلَا اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ، وَسُبْحَانَ

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ ایک صحابی عورت کے پاس تشریف لے گئے، ان کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر

اللّٰهِ عَدَدَ مَابَيْنَ ذٰلِكَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ. (رواه ابو داود والترمذی، وقال الترمذی: حديث غريب، كذا فی المشكوة، قال القاری: وفی نسخة حسن غريب. وفی المنهل أخرج ايضاً النسائی وابن ماجة وابن حبان والحاكم والترمذی، وقال: حسن غريب من هذا الوجه. قلت: وصححه الذهبی)

گننے سے سہل ہو) یا (یہ ارشاد فرمایا کہ) اس سے افضل ہو "سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ" اخیر تک۔ اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے، یعنی آسمان و زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اس کے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" اور اس کے برابر ہی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور اسی کی مانند "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"۔

ف: مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبّر اور غور و فکر زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا، اس لئے قرآن پاک میں جو تدبّر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اُس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تدبّر کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی حمد و ثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے: وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلا حساب اور بیشمار کرتے ہو اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہئے، اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی، حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہئے، بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بے شمار اللہ کے ذکر میں

مشغول رہنا چاہئے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالاتر ہے۔ ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ جب اس کی اصل ثابت ہے، حضور ﷺ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگئی، دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں۔ اسی وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے رہے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ ''نزہۃ الفکر'' اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے تسبیح متعارف کے جواز کی، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے۔ اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارہ میں سوال کیا: فرمایا: جس چیز کے ذریعہ سے ہم اللہ تک پہنچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابو صفیہ صحابی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔

''مرقاۃ'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے، اور ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی۔ ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عَجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں، صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی نہ ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہ رضی اللہ عنہ جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑا بچھا رہتا، اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے۔ جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھا لیا جاتا، وہ اپنی ضروریات میں مشغول ہو جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادا ابّا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام "مُذَکِّرہ" (یاد دلانے والی) بھی ہے، اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہی ہے، اس لئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے۔ اس بارہ میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی "مُذَکِّرہ" (یعنی یاد دلانے والی چیز) ہے۔ اس باب میں ایک مسلسل حدیث مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اوپر تک ہر اُستاذ نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ اخیر میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس عُلُوِّ مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ سَرِی سَقَطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے اُستاذ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے

ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اُستاذ حضرت بِشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اُستاذ حضرت عمر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رِفعتِ شان اور علوِ مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے، تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تو تصوف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اس کو چھوڑ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے، زبان سے، ہاتھ سے، ہر طرح اللہ کا ذکر کروں۔ محدِثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

(۲۰) عَنِ ابْنِ اَعْبُدٍ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنِّيْ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ مِنْ اَحَبِّ اَهْلِهٖ اِلَيْهِ؟ قُلْتُ: بَلٰى! قَالَ اِنَّهَا جَرَتْ بِالرَّحٰى حَتّٰى اَثَّرَ فِيْ يَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰى اَثَّرَ فِيْ نَحْرِهَا، وَكَنَسَتِ الْبَيْتَ حَتّٰى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ خَدَمٌ، فَقُلْتُ: لَوْ اَتَيْتِ اَبَاكِ فَسَاَلْتِهٖ خَادِمًا، فَاَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهٗ حِدَاثًا، فَرَجَعَتْ، فَاَتَاهَا مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَا كَانَ حَاجَتُكِ؟ فَسَكَتَتْ، فَقُلْتُ: اَنَا اُحَدِّثُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ جَرَتْ بِالرَّحٰى حَتّٰى اَثَّرَتْ فِيْ يَدِهَا، وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور سنائیں۔ فرمایا کہ وہ خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے، خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے، میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحب کی خدمت میں جا کر ایک خادم

حَتّٰی اَثَّرَتْ فِیْ نَحْرِھَا، فَلَمَّا اَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ اَمَرْتُھَا اَنْ تَاتِیَكَ، فَتَسْتَخْدِمَكَ خَادِمًا یَقِیْھَا حَرَّمَا ھِیَ فِیْهِ، قَالَ: اِتَّقِی اللّٰهَ یَافَاطِمَةُ! وَاَدِّیْ فَرِیْضَةَ رَبِّكِ، وَاعْمَلِیْ عَمَلَ اَھْلِكِ، فَاِذَا اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ، فَسَبِّحِیْ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ، وَاحْمَدِیْ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ، وَکَبِّرِیْ اَرْبَعًا وَّ ثَلٰثِیْنَ، فَتِلْكَ مِائَةٌ، فَھِیَ خَیْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ، قَالَتْ: رَضِیْتُ عَنِ اللّٰهِ وَعَنْ رَّسُوْلِهٖ (اخرجه ابوداؤد)

وفی الباب عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمْرِیِّ، اَنَّ اُمَّ الْحَکَمِ اَوْضُبَاعَةَ ابْنَتَی الزُّبَیْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَتْهُ عَنْ اِحْدٰھُمَا اَنَّھَا قَالَتْ: اَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَبْیًا، فَذَھَبْتُ اَنَاوَاُخْتِیْ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَشَکَوْنَا اِلَیْهِ مَانَحْنُ فِیْهِ، وَسَاَلْنَاهُ اَنْ یَّاْمُرَلَنَا بِشَیْءٍ مِّنَ السَّبْیِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَبَقَکُنَّ یَتَامٰی بَدْرٍ وَّلٰکِنْ سَاَدُلُّکُنَّ عَلٰی مَاھُوَخَیْرٌ لَّکُنَّ مِنْ ذٰلِكَ، تُکَبِّرُوْنَ اللّٰهَ عَلٰی اَثَرِ کُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ تَکْبِیْرَةً، وَّ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ تَسْبِیْحَةً، وَّ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ

مانگ لاؤ تو اچھا ہے، سہولت رہے گی۔ وہ گئیں، حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں لوگوں کا مجمع تھا، اس لئے واپس چلی آئیں۔ حضور ﷺ دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا تم کل کس کام کو آئی تھیں؟ وہ چپ ہوگئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا: حضور! چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے، مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے، جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں، کل آپ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے، اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہو جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: فاطمہ! اللہ سے ڈرتی رہو اور اس کے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کے لئے لیٹو تو "سُبْحَانَ اللّٰهِ" تینتیس ۳۳ مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" تینتیس ۳۳ مرتبہ "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" چونتیس ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں۔

تَحْمِيْدَةً وَلَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (رواه أبو داود

وفي الجامع الصغير برواية ابن مندة، عن جليس كان يأمر نسائه إذا أرادت إحداهن أن تنام ان تحمد، الحديث، ورقم له بالضعف.

دوسری حدیث میں حضور ﷺ کی چچازاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضور ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا تینوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی مشقت اور دِقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خادم دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدّم ہیں، تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں۔ ہر نماز کے بعد یہ تینوں کلمے یعنی "سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" تینتیس ٣٣، تینتیس ٣٣ مرتبہ اور ایک مرتبہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" پڑھ لیا کرو، یہ خادم سے بہتر ہے۔

ف: حضورِ اقدس ﷺ اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور سے ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو "سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" ہر ایک تینتیس ٣٣ مرتبہ پڑھیں۔ حدیثِ بالا میں حضورِ اقدس ﷺ نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لئے دنیوی مشقت اور تکلیف قابلِ التفات نہیں ہے، اس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد کی راحت وآرام کی فکر ضروری ہے۔ اس لئے حضورِ اقدس ﷺ نے چندروزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ کو ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے، دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں، اس کے رسول کے پاک کلام

میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دَجّال کے زمانہ میں مؤمنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح وتقدیس (سبحان اللہ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کر دیں گے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پیے صرف اللہ کے ذکر پر گذارہ ممکن ہوسکتا ہے اور دَجال کے زمانہ میں عام مؤمنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسّر ہو جانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لئے جن بزرگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا کے وہ کئی کئی دن گذار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ اِنکار یا تکذیب کی نہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو، یہ اس کو بجھا دیتی ہے۔ ''حصنِ حَصین'' میں نقل کیا ہے کہ جس شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' تینتیس ۳۳ مرتبہ، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' تینتیس ۳۳ مرتبہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' چونتیس ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمہ ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھ لے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں اس لئے سب ہی کو نقل کر دیا)۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان احادیث سے جن میں نبیِ اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں، یہ اِستنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مُجرَّب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا اِزالۂ تکان اور زیادتیٔ قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مِرقاۃُ الصُّعود'' میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید، کار آمد اور نافع ہوں گی دنیا میں خادم اتنا کار آمد اور نافع نہیں ہوسکتا، اور دنیا کے اعتبار سے

بھی ہوسکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہوسکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہوسکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو۲ خصلتیں ایسی ہیں کہ جوان پر عمل کرے وہ جنّت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں، لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں: ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوئیں، لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت "سُبْحَانَ اللّٰهِ"، "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" تینتیس۳۳، تینتیس۳۳ مرتبہ پڑھے اور "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" چونتیس۳۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں؟ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ اِدھر اُدھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔

ان احادیث میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنّت کی عورتوں کی سردار اور دو جہان کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے، خود ہی گھر کی جھاڑ و وغیرہ سارا کام کرتیں، جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔ آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا، ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں؟ اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو، ان کے نام لیوا، ان کے نام پر فخر کرنے والوں کی زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو چاہئے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل، ان کی مشقت، آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی، مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔ فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

خاتمہ

خاتمہ میں ایک نہایت مہتم بالشان چیز کو ذکر کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ یہ تسبیحات جن کا اوپر ذکر کیا گیا نہایت ہی اہم اور دین و دنیا میں کارآمد اور مفید ہیں، جیسا کہ احادیثِ بالا سے معلوم ہوا۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ان کے اہتمام اور فضلیت کی وجہ سے ایک خاص نماز کی ترغیب بھی فرمائی ہے جو صلوٰۃ التسبیح (تسبیح کی نماز) کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو صلوٰۃ التسبیح کہا جاتا ہے کہ یہ تسبیحات اس میں تین سو مرتبہ پڑھی جاتی ہیں۔ حضور ﷺ نے بہت ہی اہتمام اور ترغیبوں کے ساتھ اس نماز کو تعلیم فرمایا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: یَاعَبَّاسُ! یَا عَمَّاہ! اَلَا اُعْطِیْكَ؟ اَلَا اَمْنَحُكَ؟ اَلَا اُخْبِرُكَ؟ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ؟ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ، اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ، قَدِیْمَهٗ وَحَدِیْثَهٗ، خَطَأَهٗ وَعَمَدَهٗ، صَغِیْرَهٗ وَكَبِیْرَهٗ، سِرَّهٗ وَعَلَانِیَتَهٗ، اَنْ تُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، تَقْرَأُ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً، فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِیْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ. قُلْتَ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" خَمْسَ عَشْرَةَ، ثُمَّ

حضورِ اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں؟ ایک بخشش کروں؟ ایک چیز بتاؤں؟ تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں؟ جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے، چھوٹے اور بڑے، چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے، سب ہی معاف فرما دیں گے، وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور سورت پڑھ چکو تو

تَرْكَعُ فَتَقُوْلُهَا وَ اَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَهْوِىْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَ اَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ، تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِىْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ، اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِىْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِىْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِىْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِىْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِىْ عُمُرِكَ مَرَّةً.

(رواه أبو داود وابن ماجة والبيهقي في الدعوات الكبير، وروى الترمذي عن أبي رافع نحوه، كذا في المشكوة، قلت: و أخرجه الحاكم وقال: هذا حديث وصله موسى بن عبدالعزيز عن الحكم بن ابان، وقد أخرجه ابو بكر محمد بن اسحاق و أبو داود و أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب في الصحيح، ثم قال بعد ماذكر توثيق رواته، وأما ارسال ابراهيم بن الحكم عن أبيه فلايوهن وصل الحديث، فان الزيادة من الثقة أولى من الارسال على أنّ امام عصره في الحديث اسحق بن ابراهيم الحنظلي قد أقام هذا الاسناد عن ابراهيم بن الحكم ووصله. قال السيوطي في اللآلي: هذا اسناد حسن وما قال الحاكم أخرجه النسائي في كتابه الصحيح لم نره في شيء من نسخ السنن لا الصغرى ولا الكبرى)

رکوع سے پہلے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" پندرہ مرتبہ پڑھو، پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو، پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو، پھر جب دوسرے سجدے میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا، اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

(٢) وَعَنْ اَبِى الْجَوْزَاءِ، عَنْ رَّجُلٍ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے

كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ يَرَوْنَ اَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: اِئْتِنِيْ غَدًا، اَحْبُوْكَ وَاُثِيْبُكَ وَاُعْطِيْكَ، حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ يُعْطِيْنِيْ عَطِيَّةً. قَالَ: اِذَا زَالَ النَّهَارُ فَقُمْ، فَصَلِّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فذكر نحوه وفيه وَقَالَ: فَاِنَّكَ لَوْكُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَلَكَ بِذٰلِكَ. قَالَ: قُلْتُ: فَاِنْ لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اُصَلِّيَهَا تِلْكَ السَّاعَةَ. قَالَ: صَلِّهَا مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ. (رواه ابوداؤد)

حضور ﷺ نے فرمایا: کل صبح کو آنا، تم کو ایک بخشش کروں گا، ایک چیز دوں گا، ایک عطیہ کروں گا، وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائیں گے۔ (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دو پہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو، اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گذرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہو گے، تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے، میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

(۳) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: وَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اِلٰى بِلَادِ الْحَبَشَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ اعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَلَا اَهَبُ لَكَ؟ اَلَا اُبَشِّرُكَ؟ اَلَا اَمْنَحُكَ؟ اَلَا اُتْحِفُكَ، قَالَ: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: تُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فذكر نحوه، (أخرجه الحاكم، وقال: اسناد صحيح لا غبار عليه، وتعقبه الذهبي بأن أحمد بن داؤد كذبه الدارقطني، كذا في المنهل، وكذا قال غيره تبعا للحافظ، لكن في النسخة التي بأيدينا من المستدرك: وقد

حضورِ اقدس ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حبشہ بھیج دیا تھا، جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور ﷺ نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا، پھر فرمایا: میں تجھے ایک چیز دوں؟ ایک خوشخبری سناؤں؟ ایک بخشش کروں؟ ایک تحفہ دوں؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور۔ حضور ﷺ نے فرمایا: چار رکعت نماز پڑھ۔ پھر اسی طریقہ سے بتایا جو اوپر گذرا۔ اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

صحت الرواية عن ابن عمر "ان رسول الله ﷺ علّم ابن عمه جعفرًا" ثم ذكر الحديث بسنده، وقال في اخره: هذا اسناد صحيح لاغبار عليه، وهكذا قال الذهبي في أول الحديث واخره، ثم لا يذهب عليك ان في هذا الحديث زيادة "لا حول ولا قوة الّا بالله العلي العظيم" أيضا على الكلمات الاربع)

الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" بھی آیا ہے۔

(۴) وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلَا اَهَبُ لَكَ؟ اَلَا اُعْطِيْكَ؟ اَلَا اَمْنَحُكَ؟ فَظَنَنْتُ اَنَّهُ يُعْطِيْنِيْ مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا لَمْ يُعْطِهِ اَحَدًا مِنْ قَبْلِيْ. قَالَ: اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ. (فذكر الحديث، وفي اخره غير انك إذا جلست للتشهد قلت ذلك عشر مرات قبل التشهد، الحديث، أخرجه الدار قطني في الافراد، وأبو نعيم في القربان وابن شاهين في الترغيب، كذا في اتحاف السادة شرح الاحياء.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں۔ ایک عطیہ دوں؟ ایک چیز عطا کروں؟ وہ کہتے ہیں: میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اسی وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطاوغیرہ کو باربار فرماتے ہیں)۔ پھر آپ ﷺ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گذری، اس میں یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کے لئے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو، پھر التحیات پڑھنا۔

(۵) قال الترمذي: وقد روى ابن المبارك وغير واحد من اهل العلم صلوٰة التسبيح، وَذَكَرُوا الْفَضْلَ فِيْهِ، حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ عَبْدَةَ، حَدَّثَنَا اَبُوْ وَهْبٍ سَاَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ يُسَبَّحُ فِيْهَا، قَالَ: يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقُوْلُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰــهَ غَيْرُكَ، ثُمَّ يَقُوْلُ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اسکا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان کلموں کو پڑھے۔ پھر اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر اَلْحَمْدُ شریف اور پھر کوئی سورت پڑھے، سورت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے، پھر رکوع میں دس مرتبہ، پھر

خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً، ثُمَّ يَقُوْلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْكَعُ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَسْجُدُ

رکوع سے اٹھ کر، پھر دونوں سجدوں میں، اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس مرتبہ پڑھے، یہ پچھتر پوری ہو گئیں (لہٰذا دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) رکوع میں پہلے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" اور سجدہ میں پہلے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" پڑھے۔ پھر ان کلموں کو پڑھے (حضورِ اقدس ﷺ سے بھی اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)۔

فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا،ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا، يُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلٰى هٰذَا. فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ تَسْبِيْحَةً فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ، ثُمَّ قَالَ:قَالَ اَبُوْ وَهْبٍ: اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ قَالَ: يَبْدَاُ فِي الرُّكُوْعِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، وَفِي السَّجْدَةِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلٰثًا،ثُمَّ يُسَبِّحُ التَّسْبِيْحَاتِ، قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ: اِنْ سَهَا فِيْهَا يُسَبِّحُ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ عَشْرًا عَشْرًا، قَالَ: لَا اِنَّمَا هِيَ ثَلٰثُ مِائَةِ تَسْبِيْحَةٍ .

مختصرًا قلت: وهكذا رواه الحاكم وقال: رواته عن ابن المبارك كلهم ثقات،ثبات ولايتهم عبدالله ان يعلمه مالم يصح عندهٗ سندهٗ اه وقال الغزالي في الاحياء بعد ماذكر حديث ابن عباس المذكور. وفي رواية اخرىٰ انهٗ يقول في اوّل الصّلوة: "سبحانك اللّٰهم" ثم يسبح خمس عشرة تسبيحة قبل القراءة وعشرًا بعد القراءة، والباقي كما سبق عشرًا عشرًا، ولا يسبح بعد السجود الاخير، وهذا هو الاحسن وهو اختيار ابن المبارك .

قال الزبيدي في الاتحاف: ولفظ القوت هذه الرواية أحب الوجهين إلي . قال الزبيدي:أي لا يسبح في الجلسة الاولى بين الركعتين ولا في جلسة التشهد شيئًا كما في القوت، قال: وكذلك روينا في حديث عبداللّٰه بن جعفر بن أبي طالب أن النبي صلى الله عليه وسلم علمه صلوة التسبيح فذكره. ثم قال الزبيدي:واما حديث عبداللّٰه بن جعفر فأخرجه الدار قطني من وجهين عن عبدالله بن زياد بن سمعان، قال في احدهما عن معاوية واسمعيل بن عبدالله ابني جعفر عن أبيهما، وقال في الأخرى عن عون بدل اسمعيل عن أبيهما

قال: قال لی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم :ألا أعطیك، فذكر الحدیث وابن سمعان ضعیف، وهذه الروایة هی التی أشار الیها صاحب القوت وهی الثانیة عنده قال فیها: یفتتح الصلوٰة فیکبر ثم یقول فذكر الكلمات، وزاد فیها الحوقلة ولم یذكر هذا السجدة الثانیة عند القیام أن یقولها، قال: وهو الذی اختاره ابن المبارك.

قال المنذری فی الترغیب: وروی البیهقی من حدیث أبی جناب الكلبی عن أبی الجوزاء عن ابن عمرو (بن العاص) فذكر الحدیث بالصفة التی رواها الترمذی عن ابن المبارك، ثم قال: وهذا یوافق ماروینا عن ابن المبارك، ورواه قتیبة بن سعید عن یحیی بن سلیم عن عمران بن مسلم عن أبی الجوزاء، قال: نزل علی عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص فذكر الحدیث وخالفه فی رفعه إلی النبی صلی الله علیه وسلم ولم یذكر التسبیحات فی ابتداء القراءة، انما ذكرها بعدها ثم ذكر جلسة الاستراحة كما ذكرها سائر الرواة. قلت: حدیث أبی الجناب مذكور فی السنن علی هذا الطریق طریق ابن المبارك، وما ذكر من كلام البیهقی لیس فی السنن بهذا اللفظ، فلعله ذكره فی الدعوات الكبیر، وما فی السنن انه ذكر أولا حدیث أبی جناب تعلیقا مرفوعا۔ ثم قال: قال أبو داود: ورواه روح ابن المسیب و جعفر بن سلیمان عن عمرو بن مالك النكری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس قوله، وقال فی حدیث روح: فقال: حدیث النبی صلی الله علیه وسلم.

وظاهر أن الاختلاف فی السند فقط لا فی لفظ الحدیث، وذكر شارح الاقناع من فروع الشافعیة صلوٰة التسبیح واقتصر علی صفة ابن المبارك فقط. قال البجیرمی: هذه روایة ابن مسعود. والذی علیه مشایخنا أنه لا یسبح قبل القراءة بل بعدها خمسة عشر، والعشرة فی جلسة الاستراحة وهذه روایة ابن عباس مختصراً. وعلم منه أنّ طریق ابن المبارك مروی عن ابن مسعود ایضًا، لكن لم أجد حدیث ابن مسعود فیما عندی من الكتب، بل المذكور فیها علی ما بسطه صاحب المنهل وشارح الاحیاء وغیرهما ان حدیث صلوٰة التسبیح مروی عن جماعة من الصحابة،منهم عبداللّٰہ والفضل ابنا العباس وأبوهما عباس بن عبدالمطلب وعبداللّٰہ بن عمرو بن العاص وعبداللّٰہ بن عمر بن الخطاب، وأبو رافع مولی رسول اللّٰہ ﷺ وعلی ابن أبی طالب وأخوه جعفر بن أبی طالب وابنه عبداللّٰہ بن جعفر، وامّ المؤمنین امّ سَلَمَة و انصاری غیر مسمّی وقد قیل: انه جابر بن عبداللّٰہ، قال له الزبیدی وبسط فی تخریج احادیثهم.

وعلم مما سبق أن حدیث صلوٰة التسبیح مروی بطرق كثیرة وقد افرط ابن الجوزی ومن تبعه فی ذكره فی الموضوعات، ولذا تعقب علیه غیرواحد من ائمة الحدیث كالحافظ ابن حجر والسیوطی والزركشی، قال ابن المدینی: قد أساء ابن الجوزی بذكره إیاه فی الموضوعات كذا فی اللآلی، قال الحافظ: وممن صححه أوحسنه ابن مندة وألّف فیه كتابا والاجری والخطیب وأبو سعد السمعانی وأبو موسی المدینی وأبو الحسن بن المفضل و المنذری وابن الصلاح والنووی فی تهذیب الاسماء والسبكی واخرون كذا فی الاتحاف، وفی المرقاة عن ابن حجر صححه الحاكم وابن خزیمة وحسنه جماعة . قلت: وبسط السیوطی فی اللآلی فی تحسینه وحكی عن أبی منصور الدیلمی صلوٰة التسبیح أشهر الصلوٰت وأصحها اسنادًا.

ف: صلوٰۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیثِ بالا سے ہوسکتا ہے کہ

نبی اکرم ﷺ نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے امت، محدثین، فقہاء صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ امام حدیث حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مقتدا حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں جن میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ یہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابنِ مبارک سے پہلے ابوالجوزاء رحمۃ اللہ علیہ جو معتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی رَوّاد رحمۃ اللہ علیہ جو ابنِ مبارک کے بھی اُستاذ ہیں، بڑے عابد، زاہد، متقی لوگوں میں ہیں، کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے زاہد ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صَلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے۔ بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکا میں نہ پڑنا چاہئے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنے والا ہے۔ صلحاء کے کاموں سے دور ہے، اس کو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہئے۔ ''مرقاۃ'' میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

ف۲: بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے۔ بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا، لیکن جب روایت بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے، البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کیلئے توبہ کی شرط ہوگی۔

ف۳: احادیثِ بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں: اول یہ کہ کھڑے ہو کر الحمد شریف اور سورۃ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' پڑھے۔ پھر رکوع میں ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ'' کے بعد

دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے، اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے کہنے کے کھڑا ہو جائے اور دو رکعت کے بعد اسی طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے، پھر التحیات پڑھے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (سورۃ فاتحہ) سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر اَلْحَمْدُ اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔

ف ۴: چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند مسائل بھی لکھے جاتے ہیں تا کہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ ۱: اس نماز کے لئے کوئی سورۃ قرآن کی متعیّن نہیں، جونسی سورت دل چاہے پڑھے، لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ جمعہ، سورۂ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے۔ بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے، اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اِذَا زُلْزِلَت، وَالْعَادِيَات، تَكَاثُر، وَالْعَصْر، كَافِرُوْن، نَصْر، اِخْلَاص لکھا ہے کہ ان میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی، انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اس پر گننا جائز ہے، مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی

جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے، البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے، بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے، مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے، اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں، اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۴: اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہئے، اس لئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہو چکی، ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۵: بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے:

رواه أبو نعيم في الحلية من حديث ابن عباس، ولفظه: اذا فرغت قلت بعد التشهد قبل التسليم: اللّٰهم الخ۔ كذا في الاتحاف وقال: اورده الطبراني ايضًا من حديث العباس، وفي سنده متروك. قلت: زاد في المرقاة في اخر الدعاء بعض الالفاظ بعد قوله خالق النور مزدتها تكميلا للفائدة.

دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَوْفِيْقَ اَهْلِ الْهُدٰى، وَاَعْمَالَ اَهْلِ الْيَقِيْنِ، وَ مُنَاصَحَةَ اَهْلِ التَّوْبَةِ، وَعَزْمَ اَهْلِ الصَّبْرِ، وَجِدَّ اَهْلِ الْخَشْيَةِ، وَطَلَبَ اَهْلِ الرَّغْبَةِ، وَتَعَبُّدَ اَهْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَهْلِ الْعِلْمِ، حَتّٰى اَخَافَكَ،

اے اللہ! میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیز

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مَخَافَةً تَحْجُزُنِیْ بِهَا عَنْ مَعَاصِیْكَ، وَحَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِكَ عَمَلاً اَسْتَحِقُّ بِهٖ رِضَاكَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَكَ فِی التَّوْبَةِ خَوْفًا مِّنْكَ، وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَكَ النَّصِیْحَةَ حُبًّا لَّكَ، وَحَتّٰی اَتَوَكَّلَ عَلَیْكَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ الظَّنِّ بِكَ، سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ، رَبَّنَا! اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَآ، اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

گاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت، تاکہ میں آپ سے ڈرنے لگوں، اے اللہ! ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تاکہ سچّا اخلاص آپ کی محبّت کی وجہ سے کرنے لگوں اور تاکہ آپ کے ساتھ حُسنِ ظن کی وجہ سے آپ پر توکل کرنے لگوں۔ اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے، اے ہمارے رب! ہمیں کامل نور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے اے ارحم الرحمین! اپنی رحمت سے درخواست کو قبول فرما۔

مسئلہ ۶: اس نماز کا اوقاتِ مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے، البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے، پھر دن میں کسی وقت، پھر رات کو۔

مسئلہ ۷: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لَا حَول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا ہے، اس لئے اگر کبھی کبھی اس کو بڑھا لے تو اچھا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

محمد زکریا کاندھلوی

شب جمعہ ۶، شوال ۱۳۵۸ھ

فضائلِ تبلیغ

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ

مکتبۃ البشریٰ
کراچی - پاکستان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؕ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ ۔

تمہید

حمد وصلوۃ کے بعد، مجدّدِ دین اسلام کے ایک درخشندہ جوہر اور علماء ومشائخِ عصر کے ایک آبدار گوہر کا ارشاد ہے کہ تبلیغِ دین کی ضرورت کے متعلق مختصر طور پر چند آیات واحادیث لکھ کر پیش کروں، چونکہ مجھ جیسے سیاہ کار کیلئے ایسے ہی حضرات کی رضا وخوشنودی وسیلۂ نجات اور کفارۂ سیّئات ہوسکتی ہے، اسلیے اس عُجالۂ نَافِعَہ کو خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہر اسلامی مدرسہ، اسلامی انجمن، اسلامی اسکول اور ہر اسلامی طاقت بلکہ ہر مسلمان سے گذارش ہے کہ اس وقت دین کا انحطاط جس قدر روز افزوں ہے، دین کے اوپر جس طرح کفار کی طرف سے نہیں، خود مسلمانوں کی طرف سے حملے ہورہے ہیں۔ فرائض وواجبات پر عمل عام مسلمانوں سے نہیں، بلکہ خاص اور اَخصّ الخَوَاص مسلمانوں سے متروک ہوتا جارہا ہے۔ نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جب کہ لاکھوں آدمی کھلے ہوئے شرک وکفر میں مبتلا ہیں اور غضب یہ ہے کہ ان کو شرک وکفر نہیں سمجھتے۔ مُحرّمات اور فِسق وفُجور کا شُیوع جس قدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جارہا ہے اور دین کے ساتھ لاپرواہی بلکہ اِستخفاف واِستہزا جتنا عام ہوتا جارہا ہے وہ کسی فردِ بشر سے مخفی نہیں۔

اسی وجہ سے خاص علماء بلکہ عام علماء میں بھی لوگوں سے یکسوئی اور وحشت بڑھتی جارہی ہے۔ جس کا لازمی اثر یہ ہورہا ہے کہ دین اور دینیات سے اجنبیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ عوام اپنے کو معذور کہتے ہیں کہ ان کو بتلانے والا کوئی نہیں، اور علماء اپنے کو معذور سمجھتے ہیں کہ ان کی سننے والا کوئی نہیں۔ لیکن خدائے قُدّوس کے یہاں نہ عوام کا یہ عذر کافی کہ کسی نے بتلایا نہ تھا، اس لئے کہ دینی امور کا معلوم کرنا، تحقیق کرنا، ہر شخص کا اپنا فرض ہے۔ قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں، احکم الحاکمین کے یہاں یہ پوچ عذر کیسے چل سکتا ہے؟ یہ تو ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' کا مصداق ہے۔ اسی طرح

نہ علماء کے لئے یہ جواب موزوں کہ کوئی سننے والا نہیں۔ جن اَسلاف کی نیابت کے آپ حضرات دعوے دار ہیں انہوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر برداشت نہیں فرمایا۔ کیا پتھر نہیں کھائے، گالیاں نہیں کھائیں، مصیبتیں نہیں جھیلیں؟ لیکن ہر نوع کی تکالیف برداشت فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا احساس فرما کر لوگوں تک دین پہنچایا۔ ہر سخت سے سخت مزاحمت کے باوجود نہایت شفقت سے اسلام واحکامِ اسلام کی اشاعت کی۔

عام طور پر[1] مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی مُنکَر ہو رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو یا اس کے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو روکے۔ اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جاوے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جب کہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو۔ قرآن وحدیث میں جس قدر اہتمام سے تبلیغ اور اَمر بالمَعرُوف ونَہی عَنِ المُنکَر کو ارشاد فرمایا گیا ہے، وہ ان آیات واحادیث سے ظاہر ہے، جو آئندہ فصلوں میں آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھ کر یا ان کی کوتاہی بتا کر کوئی شخص بری الذِّمَّہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میری علی العموم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اس وقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہئے۔ اور جس قدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ کر سکتا ہو کرنا چاہئے:

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ تبلیغ کے لئے یا اَمر بالمَعرُوف ونَہی عَنِ المُنکَر کیلئے پورا کامل ومکمّل عالم ہونا ضروری نہیں۔ ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اس کو دوسروں تک پہنچائے۔ جب اس کے سامنے کوئی ناجائز امر کیا جا رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو تو اس کا روکنا اس پر واجب ہے۔

اس رسالہ میں مختصر طور پر سات فصلیں ذکر کی ہیں۔

[1] عام طور پر

فصل اوّل

اس میں تبرکاً اللہ پاک کے بابرکت کلام میں سے چند آیات کا ترجمہ جن میں تبلیغ و اَمر بالمعروف کی تاکید وترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود حق سُبحانہٗ وَتَقَدَّس کو اس کا کتنا اہتمام ہے کہ جس کیلئے بار بار مختلف عنوانات سے اپنے پاک کلام میں اس کا اعادہ کیا ہے۔ تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اس کی ترغیب اور توصیف میں گذر چکی ہیں۔ اگر کوئی دَقیقُ النَّظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کس قدر آیات معلوم ہوں۔ چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا اس لئے چند آیات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) قَالَ اللّٰہُ عَزَّ اسْمُہٗ: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ٥
(حٰمٓ السجدۃ: ۳۳)

اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے، اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (بیان القرآن)

مفسّرین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلائے وہ اس بشارت اور تعریف کا مُستحق ہے، خواہ کسی طریق سے بلائے، مثلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں اور علماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے، اور مُؤذِّنین اذان سے۔ غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت اِلَی الْخَیر کرے وہ اس میں داخل ہے، خواہ اعمالِ ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمالِ باطنہ کی طرف، جیسا کہ مشائخ صوفیہ اللہ کی معرفت کی طرف بلاتے ہیں۔ (خازن)
مفسّرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ "وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو، اس کو اپنے لئے باعثِ عزت بھی سمجھتا ہو۔ اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مفسّرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ، نصیحت، تبلیغ سے اپنے کو بہت بڑی ہستی نہ کہنے لگے، بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں۔

(۲) وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الذریات:۵۵) اے محمد! لوگوں کو سمجھاتے رہئے، کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیت سنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے کہ وہ نفع رساں ہے۔ مومنین کیلئے تو ظاہر ہے، کفار کیلئے بھی اس لحاظ سے کہ وہ ان شاءاللہ اس کے ذریعے سے مومنین میں داخل ہوجائیں گے اور آیت کے مصداق میں شامل ہوں گے۔ ہمارے اس زمانے میں وعظ ونصیحت کا راستہ تقریباً بند ہوگیا ہے، وعظ کا مقصد بالعموم شستگیٔ تقریر بن گیا ہے تاکہ سننے والے تعریف کردیں، حالانکہ نبیِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص تقریر وبلاغت اسلیے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں، نہ فرض نہ نفل''۔

(۳) وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ○ (طٰہٰ:۱۳۲) اے محمد! اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے۔ اور خود بھی اس کے پابند رہئے، ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے، معاش تو آپ کو ہم دینگے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو کسی کی تنگیٔ معاش کے رفع فرمانے کا فکر ہوتا تو اس کو نماز کی تاکید فرماتے اور آیت بالا کو تلاوت فرما کر گویا اس طرف اشارہ فرماتے کہ وسعتِ رزق کا وعدہ اہتمامِ نماز پر موقوف ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس آیتِ شریفہ میں نماز کے حکم کرنے کیساتھ خود اس پر اہتمام کرنے کا حکم اس لئے ارشاد ہوا ہے کہ یہ اَنفع ہے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ جس چیز کا دوسروں کو حکم کیا جاوے خود بھی اس پر اہتمام کیا جاوے کہ اس سے دوسروں پر اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اور دوسروں کے اہتمام کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے ہدایت کے واسطے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے کہ وہ نمونہ بن کر سامنے ہوں تو عمل کرنیوالوں کو عمل کرنا سہل ہو۔ اور یہ خدشہ نہ گزرے کہ فلاں حکم مشکل ہے، اس پر عمل کیسے ہوسکتا ہے، اس کے بعد رزق کے وعدہ کی مصلحت یہ ہے کہ

نماز کا اپنے اوقات کیساتھ اہتمام بسااوقات اسبابِ معیشت میں ظاہراً نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہے۔ بالخصوص تجارت ملازمت وغیرہ میں، اس لئے اس کو ساتھ کے ساتھ دفع فرمادیا کہ یہ ہمارے ذمہ ہے۔ یہ سب دنیاوی امور کے اعتبار سے ہے، اس کے بعد بطور قاعدۂ کلیہ اور امر بدیہی کے فرمایا کہ عاقبت تو ہے ہی متقیوں کیلئے، اس میں کسی دوسرے کی شرکت ہی نہیں۔

(۴) يَا بُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ ط اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ o (لقمن: ۱۷)

بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر کہ یہ ہمّت کے کاموں میں سے ہے۔ (بیان القرآن)

اس آیت شریفہ میں مُہتَم بالشان امور کو ذکر فرمایا ہے اور حقیقۃً یہ امور اہم ہیں، تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہیں، مگر ہم لوگوں نے ان ہی چیزوں کو خاص طور سے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ امر بالمعروف کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو تقریباً سب ہی کے نزدیک متروک ہے۔ نماز جو تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے اور ایمان کے بعد سب سے مقدم اسی کا درجہ ہے، اس کی طرف سے بھی کس قدر غفلت برتی جاتی ہے۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بے نمازی کہلاتے ہیں خود نمازی لوگ بھی اس کا کامل اہتمام نہیں فرماتے۔ بالخصوص جماعت جس کی طرف اِقامتِ نماز سے اشارہ ہے صرف غرباء کیلئے رہ گئی۔ امراء اور باعزت لوگوں کیلئے مسجد میں جانا گویا عار بن گیا ہے۔ فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى ۔

آنچہ عارتست اُو فخرِ مَن است۔

(۵) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بُلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور

الْمُفْلِحُوْنَ○ (آل عمران:۱۰۴) برے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

حق سُبحَانَہٗ وَتَقَدَّس نے اس آیتِ شریفہ میں ایک اہم مضمون کا حکم فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ امت میں سے ایک جماعت اس کام کیلئے مخصوص ہو کہ وہ اسلام کی طرف لوگوں کو تبلیغ کیا کرے۔ یہ حکم مسلمانوں کے لئے تھا، مگر افسوس! کہ اس اصل کو ہم لوگوں نے بالکلیہ ترک کر دیا ہے اور دوسری قوموں نے نہایت اہتمام سے پکڑلیا ہے۔ نصاریٰ کی مستقل جماعتیں دنیا میں تبلیغ کیلئے مخصوص ہیں اور اسی طرح دوسری اقوام میں اس کیلئے مخصوص کارکن موجود ہیں، لیکن کیا مسلمانوں میں بھی کوئی جماعت ایسی ہے؟ اس کا جواب نفی میں نہیں تو اثبات میں بھی مشکل ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی فرد اس کیلئے اٹھتا بھی ہے تو اس وجہ سے کہ بجائے اعانت کے اس پر اعتراضات کی اس قدر بھرمار ہوتی ہے کہ وہ آج نہیں تو کل تھک کر بیٹھ جاتا ہے، حالانکہ خیرخواہی کا مقتضا یہ تھا کہ اس کی مدد کی جاتی اور کوتاہیوں کی اصلاح کی جاتی، نہ یہ کہ خود کوئی کام نہ کیا جاوے اور کام کرنے والوں کو اعتراضات کا نشانہ بنا کر ان کو کام کرنے سے گویا روک دیا جاوے۔

(۲) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (آل عمران:۱۱۰) تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کے (نفع رسانی) کیلئے نکالے گئے ہو۔ تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو (بیان القرآن وترجمہ عاشقی)

مسلمانوں کا اَشرفُ النّاس اور اُمّتِ محمدیہ کا اَشرفُ الاُمم ہونا متعدد احادیث میں تصریح سے وارد ہوا ہے۔ قرآنِ پاک کی آیات میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحۃً واشارۃً بیان فرمایا گیا ہے۔ اس آیتِ شریفہ میں بھی خیرِ امت کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ تم بہترین امت ہو اس لئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو۔

مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں اَمر بِالمَعْرُوف اور نَہِي عَنِ المُنکَر کو ایمان

سے بھی پہلے ذکر فرمایا حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے، بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں۔ یہ خاص خصوصیت جس کی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے اُمتِ محمدیہ کو تفوق ہے وہ یہی اَمر بالمَعْرُوف وَنَھی عن المنکر ہے جو اس امت کا تمغۂ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عملِ خیر معتبر نہیں اسلیے ساتھ ہی بطور قید کے اس کو بھی ذکر فرمادیا، ورنہ اصل مقصود اس آیتِ شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذکر ہے اس لئے اس کو مقدم فرمایا۔

اس اُمّتِ کے لئے تمغۂ امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مخصوص اہتمام کیا جائے، ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اس میں کافی نہیں۔ اس لئے کہ یہ امر پہلی امتوں میں بھی پایا جاتا تھا جس کو فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْا بِهٖ (الانعام:٤٤) وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے، امتیاز مخصوص اہتمام کا ہے کہ اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اس میں مشغول ہوں۔

(۷) لَا خَيْرَ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ط وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا O (النساء: ١١٤)

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (وبرکت) نہیں ہوتی، مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی، یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم وترغیب کے لئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں، ان کے مشوروں میں البتہ خیر وبرکت ہے) اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض) اللہ کی رضا کے واسطے کریگا (نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے) اس کو ہم عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے اَمر بالمَعْروف کرنیوالوں کیلئے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور جس اجر کو حق جَلَّ جَلَالُہٗ بڑا فرمادیں اس کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اس پر بار ہے، مگر یہ کہ

اُمر بالمَعْرُوف اور نہی عن المنکر ہو یا اللہ کا ذکر ہو۔

دوسری احادیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل، نماز، روزہ صدقہ سب سے افضل ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”لوگوں میں مُصالحت کرانا کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسا کہ استرا بالوں کو اڑا دیتا ہے“۔ اور بھی بہت سی نصوص میں لوگوں کے درمیان مُصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اس جگہ اس کا ذکر مقصود نہیں۔ اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ امر بالمعروف میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے، اس کا بھی ضرور اہتمام کیا جائے۔

فصلِ ثانی

اس میں اُن احادیث میں سے بعض کا ترجمہ ہے جو مضمونِ بالا کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ تمام احادیث کا نہ اِحاطہ مقصود ہے نہ ہو سکتا ہے، نیز اگر کچھ زیادہ مقدار میں آیات واحادیث جمع بھی کی جائیں تو ڈر یہ ہے کہ دیکھے گا کون۔ آج کل ایسے امور کیلئے کسے فرصت اور کس کے پاس وقت ہے۔ اس لئے صرف یہ امر دکھلانے کیلئے اور آپ حضرات تک پہنچا دینے کے لئے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے کس قدر اہمیّت کیساتھ اس کی تاکید فرمائی ہے اور نہ ہونے کی صورت میں کس قدر سخت وعید اور دھمکی فرمائی ہے۔ چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ ؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: مَنْ رَّاٰیَ مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ، فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ.

(رواہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ والنسائی، کذا فی الترغیب)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے، اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے۔ اگر اتنی مَقدِرَت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے، اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو بُرا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کردے، ورنہ دل سے اس کو برا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ بَری الذّمّہ ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اس کو برا سمجھے تو وہ بھی مومن ہے، مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔

اس مضمون کے متعلق کئی ارشادات نبی کریم ﷺ کے مختلف احادیث میں نقل کئے گئے ہیں۔ اب اس کے ساتھ اس ارشاد کی تعمیل پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں یا فقط زبان سے اس کی برائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں، یا کم از کم اس ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق دل ہی سے اس کو بُرا سمجھتے ہیں یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھنے سے دل تلملاتا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر ذرا تو غور کیجئے کہ کیا ہونا چاہئے تھا اور کیا ہو رہا ہے۔

(۲) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَثَلُ الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ، فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَ بَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوْا: لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَاِنْ تَرَكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا، وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا. (رواه البخاري والترمذي)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے، اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قُرعہ سے (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے (طبق) کے حصہ میں ہوں۔ جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصہ پر آ کر پانی لیتے ہیں، اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اُوپر پانی کے لئے جانے سے اوپر والوں کو

تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے ہی حصہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے، اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے، ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کر لیں گے کہ وہ جانیں ان کا کام، ہمیں ان سے کیا واسطہ۔ تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں بھی تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جب کہ ہم میں صُلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جائے۔

اِس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جا رہے ہیں اور اس پر شور مچایا جا رہا ہے۔ نئے نئے طریقے ان کی اصلاح کے واسطے تجویز کئے جا رہے ہیں، مگر کسی روشن خیال (تعلیمِ جدید کے شیدائی) کی تو کیا کسی تاریک خیال مولوی صاحب کی بھی نظر اس طرف نہیں جاتی ہے کہ حقیقی طبیب اور شفیق مُربّی نے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج بتلایا ہے اور اس پر کس درجہ عمل کیا جا رہا ہے۔ کیا اس ظلم کی کچھ انتہا ہے کہ جو سببِ مرض ہے، جس سے مرض پیدا ہوا ہے، وہی علاج تجویز کیا جا رہا ہے کہ دین کی ترقی کیلئے دین و اسبابِ دین سے بے توجہی کی جا رہی ہے، اپنی ذاتی رائیوں پر عمل کیا جا رہا ہے تو یہ مریض کل کی جگہ آج ہلاک نہ ہوگا تو کیا ہوگا۔

میرؔ کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَوَّلُ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّهٗ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ: یَا هٰذَا! اِتَّقِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو

اللّٰهَ وَدَعْ مَاتَصْنَعُ بِهٖ؛ فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لَكَ، ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰى حَالِهٖ، فَلَا يَمْنَعُهٗ ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَشَرِيْبَهٗ وَقَعِيْدَهٗ. فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، ثُمَّ قَالَ: لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاسِقُوْنَ (المائدة: ۷۸-۸۱)، ثُمَّ قَالَ: كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَ لَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ، وَلَتَأْطُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا. (رواه ابو داود والترمذی، كذا فی الترغيب)

اس کو منع کرتا کہ دیکھ! اللہ سے ڈر، ایسا نہ کر، لیکن اس کے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے تعلّقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب کو بعضوں کیساتھ خلط کر دیا (یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے ان کی نحوست سے فرمانبرداروں کے قلوب بھی ویسے ہی کردیئے)۔ پھر ان کی تائید میں کلامِ پاک کی آیتیں لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے فَاسِقُوْنَ تک پڑھیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضور ﷺ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، جوش میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤ گے جب تک کہ ان کو ظلم سے نہ روک دو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو، ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے جس طرح ان لوگوں کے کر دیئے گئے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔ قرآنِ پاک کی آیات تائید میں اس لیے پڑھیں کہ ان آیاتِ شریفہ میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور سببِ لعنت منجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ منکرات سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔

آج کل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صلحِ کُل رہے، جس جگہ جاوے ویسی ہی کہنے لگے۔ اسی کو کمال اور وسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ علی الاطلاق غلط ہے، بلکہ جہاں امر بالمعروف وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے (نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی)۔ لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دست نگر لوگوں میں، وہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمالِ اخلاق نہیں، بلکہ سکوت کرنے والا شرعاً وعُرفاً خود مجرم ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو، اپنے بھائیوں میں محمود ہو، (اَغْلَب یہ ہے کہ) وہ مُدَاہِن ہوگا۔

متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے اس کی مضرت کرنے والے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کھلم کھلا کیا جاتا ہے اور لوگ اس کے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اس کی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔

اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کر لے کہ کتنے معاصی اس کے علم میں ایسے کئے جاتے ہیں جن کو وہ روک سکتا ہے اور پھر بے توجہی، لاپرواہی، بے اِلتِفَاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے، اس کی اعانت کرنے کی بجائے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ. (الشعراء:۲۲۷)

(۴) عَنْ جَرِيْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَامِنْ رَّجُلٍ يَّكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَّعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ، يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ، اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا.

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت وقوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مُسلّط ہو جاتا ہے۔